دائرۃ المعارف

یعنی

معارف اعظم گڈھ

کی

تیسویں جلد

از

جولائی سنہ ۱۹۳۲ء تا دسمبر سنہ ۱۹۳۲ء

مرتبہ

سید سلیمان ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ

فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد ۳۰ ماہ جولائی ۱۹۳۲ء تا دسمبر ۱۹۳۲ء

(بہ ترتیبِ حروف تہجی)

فہرست مضامین

جلد سیٔ ام جولائی ۱۹۳۲ء تا دسمبر ۱۹۳۲ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

جلد سی ام	ماہ صفر المظفر ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۲ء	عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

پچھلے سال پنجاب یونیورسٹی کی اسلامی تاریخ کی بعض نصابی کتابون پر اعتراضات کیے گئے تھے، اور آخر کار اُن مین سے بعض کتابین خارج کردیگئی تھین، امسال شاید اسی ڈر سے کہ انگریزی مین اسلامی تاریخ کی قابل قبول کتابین نہین ملسکتین، سرے سے اسلامی تاریخ ہی کے مضمون کو یونیورسٹی سے خارج کردیا گیا ہے، اور اس پر پنجاب کے مسلمانون مین بجا شورش برپا ہے، ہر قوم کی تاریخ اس قوم کی روح ہوتی ہے، کسی قوم کے تعلیمی جسم سے اسکی روح کو سلب کرلینا کہان کا انصاف کرنا ہے، مگر ضرورت اسکی ہے کہ خود مسلمان فضلا، اپنی تاریخ کی طرف آپ متوجہ ہون اور اپنا سرمایہ خود اپنے ہاتھ سے جمع کرین، بغیر اس کے یہ مسئلہ "بلاے صحبت لیلیٰ و فرقت لیلیٰ" کی مثال ہوگا، تاریخ اسلام رکھی جائے، مگر کتابین وہ ہون جو ہمدردی کے بجاے عداوت کے رنگ مین لکھی گئی ہین، تو انکا قبول کرنا بھی مشکل، اور اگر اس ڈر سے سرے سے تاریخ اسلام ہی حذف کردیجائے تو بھی ناقابل قبول، اس بنا پر مسلمانون پر دو کام فرض ہین، اول یہ کہ یونیورسٹی اس ضروری مضمون کو داخل نصاب کرے، اور دوسرے یہ کہ مسلمان اس کے لیے مناسب کتابین بہم پہنچائین، یا ایسے لائق اساتذہ رکھوائین، جو تعلیم و تدریس کیساتھ فرض تالیف بھی انجام دین،

پچھلے پرچہ مین مصر کے تعلیمی فتنہ کی نسبت ہم نے جو کچھ لکھا تھا، اسکو گرچہ قوم کے اکثر "بزرگون" نے پسند کیا، مگر ہمارے ایک "عزیز دوست"، جو مصر سے تعلیم پاکر آئے ہین، اور ایک روزنامہ کے اڈیٹر ہین سخت برہم ہوئے ہین، یہانتک کہ ہم کو جہالت اور نادانی اور رجعت پسندی کا ملزم قرار دیا ہے، اور بتایا ہے کہ ہمارے خیالات جہلاء اور عوام کو خوش کرینگے، مگر اہل علم کی نظر مین انکی وقعت نہ ہوگی، ہم ان اعتراضات کے ترکی بہ ترکی جواب دیسکتے تھے، مگر اسلئے نہین دیتے کہ ہماری جہالت اور رجعت پسندی ہمکو یہ سبق نہین بھولنے دیتی کہ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا

عزیز موصوف سے ہمکو اب بھی اسی طرح محبت ہے، اور ان کے حق مین ہم اب بھی اسی طرح دعائے خیر کرتے ہین، اور ان کی اینٹ کے جواب مین ہم پتھر نہین مارنا چاہتے کہ

واذا رمیتُ یصیبنی سهمی،

جہالت و نادانی تو خیر ایسی چیز ہے کہ اسکی نسبت خود خدا کا فیصلہ ہے کہ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ، البتہ رجعت پسندی سے مقصود اگر مذہبی قدامت پسندی ہے تو ہم اس الزام کو فخراً قبول کرتے ہین، اور اگر سیاسی رجعت پسندی کی طرف اشارہ ہے تو یہ قطعی بے بنیاد ہے، وَاِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ،

کلکتہ سے ماڈرن ریویو کے مالک بابو رامانند چٹرجی کی ملکیت مین ہندی کا ایک رسالہ وشال بھارت نکلتا ہے، اور اسوقت وہ ہندی کے اول درجہ کے رسالون مین شمار ہوتا ہے، اسکے اپریل سنہ ۱۹۳۲ء نمبر مین ایک صاحب گیانند و موفی مولوی فاضل کا ایک مضمون شائع ہوا ہے کہ "کیا پراچین عرب نواسی ہندو تھے؟" اور اسکا جواب مختلف دلیلون سے اثبات مین دیا ہے، مگر افسوس کہ یہ تمام دلیلین پادر ہوا ہین، اگر ممکن ہوا تو اس مضمون کا مفصل جواب ہندی ہی مین شائع کرایا جائیگا، لیکن اچھا ہوتا کہ مولوی فاضل کسی مولوی فاضل والی زبان مین اپنی تحقیقات پیش کرتے کہ اسکو ہندی جاننے والون سے نہین بلکہ عربی و فارسی جاننے والون سے منوانا ہے،

پچھلے نمبر مین ہمنے اپنی سیرۃ النبی کے ترجمہ کی نسبت غلطی سے یہ لکھا تھا، کہ وہ مدراس کی ملیالم زبان مین ہو رہا ہے، وہ درحقیقت تامل مین ہے، چونکہ ہم اس زبان کو نہین جانتے اسلئے کتاب کی اصلی حیثیت کی نسبت کچھ نہین کہہ سکتے، مگر جہانتک فصول و ابواب اور فہرست کا تعلق ہے یہ کہہ سکتے ہین کہ شاید اردو کے علاوہ ہندوستان کی کسی صوبہ دار زبان مین اسکی مثال نہ ملیگی، حافظ محمد یوسف صاحب باقوی اور ان کے رفیق کار کو انکی اس کامیاب کوشش پر مبارکباد ہے، امید ہے کہ وہ سیرت کے اس ترجمہ کو مکمل کرینگے، یہ سنکر بھی خوشی ہوئی کہ موصوفین ہمارے رسالہ اہلسنت کا ترجمہ بھی تامل مین چھاپنا چاہتے ہین،

عربی رسالہ الضیاء لکھنؤ ہمارے عزیز مولوی مسعود عالم صاحب ندوی کے زیر ادارت نکل گیا، مضامین اگرچہ بہت بلند نہین ہین تاہم عربیت کے لحاظ سے خاصہ بلند ہے، حسن ترتیب اور معنوی بلندی کی بھی بہت کچھ توقعات ہین اگر ضرورت

اسکی ہر کوعربیت کے حامی اور شایق اسکی طرف توجہ کرین، کیا ملک مین پانچ سو بھی اس کے خریدار بہم نہ پہنچ سکینگے، یہ بھی ارادہ ہے کہ عربی کے نادر قلمی رسائل اور متوسط الحجم کتابین، تصحیح و تحشیہ کے بعد اس کے ساتھ شایع کیجاین، چنانچہ ہمارے فاضل دوست مولنا راغب بدایونی ریاضیات کا ایک نادر رسالہ اسکے لیے تیار کر رہے ہین، امید ہے کہ اسکے ذریعہ عربی کی قدیم قلمی کتابون کی اشاعت کا ایک مفید سلسلہ بھی پیدا ہو جائیگا، اور اس پر بھی رسالہ کی سالانہ قیمت وہی تین روپیے رہیگی،

غازیپور مین حضرت شاہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ایک مدت سے آباد ہے، اللہ تعالی نے شرافت حسب و نسب کے ساتھ علم و دولت کو بھی اس خاندان مین جمع کر دیا ہے، اس خاندان کے ایک مشہور ممبر شاہ منیر عالم صاحب ہین جنکو بزرگون کے اندوختہ کی حفاظت کا بڑا شوق ہے، لوگون کو یاد ہوگا کہ الہ آباد مین بزرگون کی یادگار منشی غلام غوث صاحب بیخبر میر منشی لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ، ایک بزرگ تھے، جنکے نام غالب مرحوم کے خطوط چھپے ہوئے ہین، ان کے پاس فارسی دواوین کا بڑا ذخیرہ تھا، یہ ذخیرہ جناب شاہ منیر عالم صاحب نے خرید لیا تھا، و راس وقت ان کے پاس ہے، مجھے بھی شاہ صاحب کی عنایت سے اس ذخیرہ کی کچھ کتابین دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی، جنمین حسب ذیل چیزین قابل ذکر معلوم ہوئین، دیوان ملا سعید اشرف ماژندرانی، استاد زیب النسا بیگم، رسائل نعمت خان عالی، دیوان نوعی، رقعات حزین، دیوان کمال، دیوان کامل عرفی، کلیات خواجہ میر درد طوسی مع مثنوی خواب و خیال، دیوان محتشم کاشی، دیوان ظہیر فاریابی، دیوان صائب، دیوان فاخر مکین، مثنوی فارسی شہزادہ بلند اختر در قصۂ مرگ معشوقۂ خویش، سب سے بہتر چیز حافظ کا ایک دیوان ہے، جسکو ملا معصوم ولد آقا ملا اسرافی نے اکبر کے عہد مین ایران مین دس برس کی مدت مین مختلف قدیم نسخون سے مقابلہ کر کے صحیح کیا ہے، اس مین حافظ کے نام کی یہ غزل موجود نہین، ع "آنچہ شوریست کہ در دور قمر می بینم" اس سے اس غزل کے الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہے،

مقالات

ہندوؤن کا ایک عجیب فرقہ

چند مہینون کا ذکر ہے کہ جونپور یا اعظم گڈھ کے کسی مقام سے چند ہندو جو سوناری کا پیشہ کرتے تھے، تانبے کا ایک پتر لیکر اس غرض سے میرے پاس آئے تھے کہ مین اس پتر کی تحریر کو جو فارسی مین تھی پڑھکر اوس کا مطلب اون کو سمجھا دون، شاید یہ ضرورت کسی مقدمہ کے سبب سے اون کو پیش آئی تھی، اس زمانہ مین مین مصروف زیادہ تھا، اون کے اس پتر کا فوٹو نہ لے سکا، البتہ اوسکی ایک نقل کرا کر اپنے پاس رکھ لی،

یہ تحریر ۸۱۹ھ مین دار القضا دہلی مین رجسٹرڈ کرائی گئی، اور ۸۲۲ھ مین اسی مسی تختہ پر نقش کی گئی ہے، ۸۱۹ھ اور ۸۲۲ھ، سید بادشاہون کے خاندان کے بانی سید خضر خان بن ملک سلیمان کا زمانہ ہے جس نے ۸۱۷ھ سے ۸۲۴ھ تک دلی مین فرمانروائی کی، اس وقت کے دار القضا کے قاضی کا نام اسکی مہر پر لطیع اللہ علوی، اور مفتی کا نام بطور گواہ کے رحیم اللہ ہے، اسی طرح وسط تحریر مین سرکار شاہی کے خزانچی کا نام منی رام سیٹھ ہے، اور بطور گواہ کے دوسرا نام دینیدیال دیوان سرکار شاہی کا ہی، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان کا خزانہ اس عہد قدیم مین بھی ہندو بھائیون ہی کے ہاتھون مین تھا،

اس تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ متعدد ہندو جو شاہی چوبدار تھے، کسی سرکاری الزام مین ماخوذ ہوئے، اور اون کو توپ سے اڑا دینے کا حکم ہوا، مگر شاہی خزانچی سیٹھ منی رام نے اپنے گرو نندجی رام چیلے ساکن جونپور کے اشارہ سے بادشاہ کے حضور مین ان کی سفارش کی، جو منظور ہوئی، لیکن یہ حکم ہوا کہ یہ ہتھیار نہ باندہین زنار

نہ پہنین اور اپنا پیشہ اور قومیت بدل لین، اور سوناری کا پیشہ اختیار کرین، لیکن چونکہ انکی معافی گروجی کے ذریعے ہوئی تھی، اس لئے یہ شرط ٹھہری کہ یہ لوگ گروجی کے مرید بن جائین اور سنکار (مرائم) اواکر کے کشب گوت بن جائین، اور درگاجی کا زنار باندھین، اور نتر و کنٹھی پہنین، اور ہر شادی مین زناربندی کے وقت عہ اور پیشہ شروع کرتے اور دکان کھولتے وقت عہ اور ہر سال ساون سودی ایکادشی مین گروجی کے نذر کیا کرین گے، اور یہ معاہدہ گروجی اور ان کے ان مریدون مین نسلاً بعد نسل قائم رہے گا، چنانچہ وہ آج تک قائم ہے،

اس تمہید کے بعد اوس منقوش تحریر کی نقل ذیل مین درج کیجاتی ہے:۔

اقرار صحیح شرعی نمودہ مرون مکلفون مجرون باسمائم (؟) دستاسم سیون نول سنگہ رام تولی رگھو نبسی ساکن تولارام پور و پرتاب سنگہ ٹھاکر سورج بنسی ساکن ٹھاکر پورہ و بہادر سنگہ نوگریا گوتم ساکن نوگھنیا ڈیہہ و انوپ سنگہ تردرا و درگنسین ساکن سنگہ پور تاترا و نہال سنگہ الری موبھگوتی ساکن الدی موبچا دہاو گلاب سنگہ بودھیا گرگ بنسی ساکن بودہا گھاٹ و درشن سنگہ انگوریا چندیل ساکن انگوری گانون و جگت سنگھ رگھبنیہ پور، ساکن راج گھ نتی و نظام سنگہ تونکی بیس ساکن نوسنگ پور او بخیا و فتح سنگہ نبول رجوار ساکن بھولمان پور و ادھا، و مادھو سنگہ تاتتا بیس ساکن تاتتی موو نواز سنگہ بہاکا کوسنگ ساکن ساکی پور کہانی چوہاران بہ نیجی کرمایان بو قوع قصور از خدمت شد، با کہ سرکار حضرت شاہی خلد اللہ ملکہ داشتیم برطرف شدہ بانزاع آلہہ بندی و زناربندی و تبدیل قومیت و پیشہ و کشاد کرد یعنی کہ حالا از دون پیشہ زرگری شدہ

آوارہ و سرگردانیم چون شفاعت و جان بخشی مایان از دم تو پ محض یمن انفاس متبرکہ نیات گروجی تندرام چوبی ساکن جونپور ذریعہ ایمائے جناب شان بنی رام سیٹھ خزانچی سرکار شاہی کرادیم یکے از معتقدان گروجی صاحب ست گردید لاجرم بصدق نیت از روی حلف بحلقہ ارادت گروجی صاحب درآمدیم و پس از آن سنکار ما ہمہ را بہ کشب گوت نامیدہ زنار درگاجی و نتر و کنٹھی بمایان ارزانی فرمودند کہ ہنگام عروسی بر بستیم پس برمایان واجب است کہ چنین زناربندی درگاجی وقت شادی عروسی عہ و ہنگام تجدید و شروع پیشہ معیشت دوکانداری خود ہا عہ نقد و ۲۱ شیرینی و نیز در ہر سالی بروز ساون سودی ایکادشی عہ بطریق نذرانہ پیشکش آستان گروجی نمودہ مطیع و منقاد بہ حلقہ ارادت کیشان ایشان باشیم نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن ہر کیکہ در اولاد و احفاد مایان و اولاد گروجی باشد نوعی تخلف نورزیم و الا عاصی شویم و این توثیق عہود بہ نقش تختہ مسی سوگند ارادت در ۳۲ ھ مقام دار السلطنت دہلی تکمیل گردیدہ کہ عند الحاجت مستند باشد، بقلم کاشی ناتھ،،

عبادت

از

مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی مصنف الجہاد فی الاسلام

انسان کے مذہبی تصورات مین عبادت کا تصور سب سے پہلا اور اہم تصور ہے، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ مذہب کا بنیادی تصور عبادت ہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آجتک نوع انسانی کے جتنے مذاہب کا پتہ چلا ہے، عام اس سے کہ وہ انتہا درجہ کی وحشی اقوام کے اوہام ہون یا اعلیٰ درجہ کی متمدن اقوام کے پاکیزہ معتقدات، ان مین سے ایک بھی عبادت کے تخیل و تصور سے خالی نہین ہے۔ آثار قدیمہ کی تلاش و جستجو کے سلسلہ مین پرانی سے پرانی قومون کے جو نشانات ملے ہین وہ اس امر کی شہادت دے رہے ہین کہ گو وہ قومین عقل و شعور کے بالکل ابتدائی درجو مین تھین، لیکن اس حالت مین بھی انھون نے اپنی بساط کے مطابق کسی نہ کسی معبود کو ڈھونڈا ہے اور کوئی نہ کوئی طریق عبادت ضرور اختیار کیا ہے، قدیم قومون کو جانے دیجئے، آج بھی بہت سی انسانی جماعتین زمین کے مختلف گوشون مین موجود ہین جو عقلی و ذہنی اعتبار سے اپنی نوع کے ابتدائی ادوار کی نمایندگی کرتی ہین، ان کے حالات کا مطالعہ کرنے والون نے گواہی دی ہو کہ ان مین مشکل ہی سے کوئی ایسی جماعت دیکھی گئی ہے جو عبادت کے تصور سے کلیۃً خالی ہو، پس یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہو کہ انسان قدیم ترین وحشت و بداوت سے لیکر جدید ترین تہذیب و حضریت تک جتنے مدارج سے گذرا ہے، ان مین سے ہر درجہ مین عبادت کا تصور اس کے ساتھ ساتھ رہا ہے، گو اس کے مظاہر اور اشکال مین بیشمار تغیرات و اختلافات رونما ہوئے ہین،

غور کرنا چاہئے کہ ایسا کیون ہے؟ کیا وجہ ہو کہ یہ خیال سارے بنی آدم پر حاوی ہے اور تمام زمانون مین باوجودِ اختلافِ احوال یکسان حاوی رہا ہے؟ کیا یہ بالارادہ اختیار کیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو ساری نوع کا اس طرح حاوی ہو جانا غیر ممکن تھا، کیونکہ بالارادہ اختیار کی ہوئی چیزون مین کبھی کامل اتفاق نہین ہوتا اور نہین ہو سکتا، انسان کی اپنی اختیار کردہ چیزون مین ایک بھی ایسی نہ ملے گی جس کے اندر ہر مرتبہ اور ہر دور کی تمام انسانی جماعتین یکسان مشترک ہون، اور یہ کسی طرح متصور نہین ہے کہ ہر زمانہ کے آدمیون نے ایک عالمگیر انسانی کانفرنس کر کے باہم یہ ٹھہرا لیا ہو کہ وہ کسی نہ کسی کی عبادت ضرور کرین گے، خواہ معبود مختلف اور طریقہائے عبادت بے شمار ہون، پھر جب یہ چیز اختیاری نہین ہو سکتی تو لامحالہ یہ ماننا پڑیگا، کہ عبادت کا جذبہ انسان کے اندر ایک فطری جذبہ ہے[1]، جس طرح انسان کو بھوک فطری طور پر لگتی ہو اور اس کو فرو کرنے کے لیے وہ غذا کو تلاش کرتا ہے، جس طرح اُسے سردی اور گرمی فطری طور پر محسوس ہوتی ہے، اور اس سے بچنے کے لیے وہ سایہ اور لباس کو ڈھونڈتا ہے، جس طرح ادائے مافی الضمیر کی خواہش اس مین فطری طور پر پیدا ہوتی ہے اور اسے پورا کرنے کے لیے وہ الفاظ و اشارات بہم پہنچاتا ہے، بالکل اسیطرح عبادت کا جذبہ بھی انسان مین فطری طور پر پیدا ہوتا ہے اور اسکی تسکین کے لیے وہ کسی معبود کو تلاش کرتا اور اس کی بندگی کرتا ہے، مگر جیسا کہ ہم بھوک، اور احساس سردی و گرمی، اور خواہش ادائے مافی الضمیر کے معاملہ مین دیکھتے ہین، فطرت کا اثر زیادہ تر اس مجرد داعیہ کی حد تک رہتا ہے

[1] معترض کہہ سکتا ہے کہ ایسے افراد بکثرت پائے جاتے ہین، اور ایسی جماعتین بھی موجود ہین اور تقریبًا ہر زمانہ مین موجود رہی ہین جن کا کوئی مذہب نہین ہے اور جو عملاً و اعتقاداً کسی کی عبادت نہین کرتین، اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مخنثون کی ایک کثیر جماعت کا موجود ہونا اس بات کے ثبوت مین نہین پیش کیا جاسکتا کہ جذبۂ شہوت ایک فطری جذبہ نہین ہے، یا جس طرح مجردون اور راہبون کے ایک بڑے گروہ کا وجود اس دعوے کا ثبوت نہین بن سکتا کہ ازدواج کی خواہش ایک فطری خواہش نہین ہے، اسی طرح ایسے افراد یا جماعتون کا موجود ہونا، جن کے اندر مخصوص اسباب کے تحت عبادت کا فطری جذبہ مردہ یا بے حس ہو چکا ہے، اس ادعا کی دلیل نہین بن سکتا کہ انسان مین عبادت کا جذبہ ایک فطری جذبہ نہین ہے،

جوانسان کو غذا، سایہ، لباس اور ذریعۂ کلام کی تلاش پر مجبور کرتا اور جسم کے ان اعضا کو جو ان کاموں سے متعلق
ہین، حرکت دینے پر ابھارتا ہے، اور اسی حدتک تمام انسانون مین اشتراک بھی پایا جاتا ہے، اس کے آگے
فطرت کا اثر کمزور اور خود انسان کا اپنا اختیار غالب ہوجاتا ہے، اور یہین سے وہ بیشمار اختلافات شروع
ہوتے ہین، جو غذا، مکان، لباس، زبان، اور اشارات وعلامات کی مختلف صورتون اور ہیئتون کے اعتبار
سے ہر زمانہ کی مختلف قومون اور جماعتون مین پائے گئے ہین، قریب قریب یہی حال جذبۂ عبادت کا بھی ہے
کہ وہ فطری طور پر انسان کو بندگی و پرستش پر مجبور کر کے چھوڑ دیتا ہے، اور پھر یہ خود انسان کا اپنا کام ہوتا ہے
کہ اس جذبہ کی تسکین کے لیے کوئی معبود تلاش کرے اور اس کی عبادت کا کوئی طریقہ نکالے، اور اس اختیار
کی حد پر پہنچکر معبودون اور عبادت کے طریقون مین وہ اختلاف شروع ہوتا ہے، جو انسان کی اختیار کی ہوئی
تمام چیزون مین پھیلا ہوا ہے، گو اس معاملہ مین بھی فطرت کی رہنمائی انسان کا ساتھ بالکل نہین چھوڑتی،
جس طرح غذا اور لباس وغیرہ فطری مطلوبات کے انتخاب مین نہین چھوڑتی ہے، لیکن یہ رہنمائی اتنی دھندلی
اور خفی ہوتی ہے کہ اس کا ادراک کرنے کے لیے نہایت لطیف ونازک شعور کی ضرورت ہوتی ہے، جو بہت کم
لوگون کو حاصل ہوتا ہے،

آئیے اب ہم یہ سراغ لگائین کہ اس فطری داعیہ کا سر رشتہ کہان سے ملتا ہے؟ اس کشش کا مرکز کہان
ہے، جو انسان کو عبادت کے لیے کھینچتی ہے؟ وہ کونسی قوتین ہین جو اسے معبود کی تلاش اور اس کی عبادت
پر ابھارتی ہین؟ اور وہ کیا رہنمائی ہے جو اس تلاش معبود مین ہم کو خود فطرت سے حاصل ہوتی ہے؟ اس کیلئے
ہم کو سب سے پہلے خود عبادت کی حقیقت پر غور کرنا چاہئے، کہ اس کے بغیر ان سوالات کا حل مشکل ہے،

عبادت کا تصور دراصل ایک جامع تصور ہے جو دو ذیلی تصورات کے امتزاج سے مکمل ہوتا ہے،
ایک بندگی، دوسرے پرستش، بندگی کے معنی مین کسی بالاتر قوت کی بڑائی تسلیم کر کے اسکی فرمانبرداری اور
اطاعت کرنا، اور پرستش کے معنی مین کسی بالاتر ہستی کو پاک مقدس اور بزرگ سمجھکر اس کے آگے سر نیاز جھکا دینا

اور اسے پوجنا، ان مین سے پہلا تصور عبادت کا ابتدائی اور بنیادی تصور ہے، اور دوسرا تصور انتہائی اور تکمیلی پہلا
زینہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور دوسرا عمارت کی، اسلیے ہمین اپنی تحقیق کی ابتدا پہلے تصور سے کرنی چاہئے،

بندگی یا فرمانبرداری واطاعت ہمیشہ اس قوت کے مقابلہ مین کیجاتی ہے جو بندگی کرنے والے پر
قہر وغلبہ اور قدرت واستیلا رکھتی ہو، اور بندے یا مطیع مین اس کے حکم سے سرتابی کا یارا نہ ہو، اسکی ایک
محدود شکل تو وہ ہے جو آقا اور نوکر کے درمیان ہم عموماً دیکھتے ہین، لیکن اس سے زیادہ وسیع تصور کے لیے سب سے
واضح تر مثال وہ بندگی ہے جو رعایا اپنی حکومت کی کرتی ہے، حکومت کوئی مادی شے نہین، نہ محسوس و
مشاہد چیز ہے، ایک نظام وضابطہ کی بندش ہے، جس کا غلبہ واستیلا لاکھون کرورون آدمیون پر حاوی
ہوتا ہے، رعایا اس کے قانون پر طوعاً وکرہاً چلتی ہے، لوگ اپنے گھرون مین، کسان اپنے کھیتون مین، اور
مسافر دور دراز جنگلون مین، جہان بظاہر حکومت کا زور جتانے والی کوئی چیز موجود نہین ہوتی، اس کے
قوانین کی اطاعت کرتے ہین، اور اس کے حدود اختیار مین رہ کر جو شخص اس کے قانون کی خلاف ورزی
کرتا ہے، وہ سزا پاتا ہے اور زیادہ شدید نافرمانی کی صورت مین اس کے تمام وہ حقوق سلب ہوجاتے ہین،
جو رعیت ہونے کی حیثیت سے اسکو حاصل تھے، اس لحاظ سے جس قدر لوگ کسی حکومت کے حدود مین رہتے
ہین اور اس کے قوانین کی پابندی کرتے ہین ان کے متعلق ہم کہا کرتے ہین کہ فلان حکومت کی فرمانبرداری
واطاعت کر رہے ہین، اور اگر ہم ان الفاظ کی جگہ مذہبی اصطلاح رکھدین تو کہہ سکتے ہین کہ وہ اسکی بندگی
وعبادت کر رہے ہین،

اب اس تصور کو اور زیادہ وسیع کیجئے، اور کائنات پر نظر ڈالیے، تو معلوم ہوتا ہے کہ سارا عالم اور اس کا
ایک ایک ذرہ ایک زبردست نظام مین جکڑا ہوا ہے، اور ایک قانون ہے جس پر خاک کے ایک ذرہ سے
لیکر آفتاب عالمتاب تک ساری کائنات طوعاً وکرہاً عمل کر رہی ہے، کسی شے کی یہ مجال نہین ہے کہ اس
قانون کے خلاف چل سکے، اور جو چیز اس سے ذرہ برابر سرتابی کرتی ہے، وہ فساد اور فنا کی شکار ہوجاتی ہے

یہ زبردست قانون جو انسان، حیوان، درخت، پتھر، ہوا، پانی، اجسام ارضی، اور اجرام فلکی سب پر یکسان حاوی ہے، ہماری زبان مین قانونِ فطرت یا قانونِ قدرت کہلاتا ہے، اس کے ماتحت جو کام جس چیز کے سپرد کر دیا گیا ہے وہ اس کے کرنے مین مشغول ہے، ہوائین اس کے اشارے پر چلتی ہین، بارش اسکے حکم سے ہوتی ہے، پانی اس کے فرمان سے بہتا ہے، سیارے اس کے ارشاد سے حرکت کرتے ہین، غرض اس تمام کائنات مین جو کچھ ہو رہا ہے، اسی قانون کے ماتحت ہو رہا ہے، اور ہر ہر ذرہ اسی کام مین لگا ہوا ہے جس پر اس قانون نے اسے لگایا ہے، جس چیز کو ہم زندگی، بقا اور کون کہتے ہین وہ دراصل نتیجہ ہے اسی قانون کی اطاعت کا اور جس چیز کو ہم موت، فنا اور فساد کہتے ہین، وہ حقیقتہً وبال ہے، اسس قانون کی خلاف ورزی کا، دوسرے الفاظ مین ہم کہہ سکتے ہین کہ ہر شے جو زندہ اور باقی ہے وہ اس قانون کی اطاعت کر رہی ہے، اور کائناتِ عالم مین کوئی شے زندہ اور باقی رہ ہی نہین سکتی جبتک کہ وہ اس کی اطاعت نہ کرے،

لیکن جسطرح حکومت کی مثال مین ہم دیکھتے ہین کہ قانون کی اطاعت دراصل قانون کی اطاعت نہین ہے، بلکہ اس حکومت کی اطاعت ہے جس نے اپنے قہر و غلبہ سے وہ قانون نافذ کیا ہے، اور حکومت کا نظم و ضبط قائم کرنے کے لیے لامحالہ ایک حاکم، ایک مرکزی فرمانروا، ایک مقتدر اعلیٰ ہستی کا وجود ضروری ہوتا ہے، بالکل اسی طرح قانون فطرت کی اطاعت بھی دراصل اس قاہر و غالب حکومت کی اطاعت ہے جو اس قانون کو بنانے اور اس کو زور و قوت سے چلانے والی ہے، اور یہ حکومت ایک فرمانروا کے دستِ قدرت مین ہے جس کے بغیر اتنا بڑا عالمگیر نظام ایک لمحہ کے لیے بھی نہین چل سکتا، یہان اگر ہم پھر قانونی لفظ اطاعت کو مذہبی اصطلاح عبادت سے بدل دین اور لفظ حاکم کی جگہ اللہ یا خدا کا لفظ رکھدین تو یہ کہہ سکتے ہین کہ ساری کائنات اور اس کی ہر ہر چیز اللہ کی عبادت کر رہی ہے، اور یہ ایسی عبادت ہے جس پر ہر شے کے وجود و بقا کا انحصار ہے، کائنات کی کوئی شے اور مجموعی طور پر تمام کائنات اللہ کی عبادت سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہین ہو سکتی، اور اگر غافل ہو جائے تو ایک لمحہ کے لیے بھی باقی نہین رہ سکتی،

قرآن مجید مین اس بندگی کو کہین عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، کہین تسبیح و تقدیس سے، کہین سجود سے اور کہین قنوت سے، چنانچہ جگہ جگہ اس مضمون کی آیات آئی ہین،

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (۵۱-۳)

مین نے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہو کہ میری عبادت کرین،

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ، (۳۰-۳)

آسمان اور زمین مین جتنی چیزین ہین سب خدا ہی کی ہین اور اسی کے حکم کے آگے جھکی ہوئی ہین،

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ، یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّہَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (۲۱-۲)

آسمان اور زمین مین جسقدر مخلوقات ہین اور جو اس کے پاس ہین سب اسی کے ہین، وہ اسکی عبادت سے سرتابی نہین کرتے اور نہ تھکتے ہین، رات دن اس کی تسبیح مین لگے ہوے ہین اور کبھی اس سے کاہلی نہین کرتے،

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ، (۶۲-۱)

آسمان اور زمین مین جتنی چیزین ہین سب اس کی تسبیح کرتی ہین، وہ بادشاہ ہے پاک، غالب، اور صاحب حکمت،

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ، کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ، وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ، (۲۴-۵)

کیا تو نہین دیکھتا کہ جس قدر مخلوق آسمان اور زمین مین ہے اور جو پرندے پر پھیلاے اڑ رہے ہین، سب اللہ کی تسبیح کر رہے ہین، سب اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ جانتے ہین اور زمین و آسمان کی حکومت اللہ ہی کے ہاتھ

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۱۷-۵)

ساتون آسمان اور زمین اور جو کچھ چیزین انمین ہین انکی تسبیح کر رہی ہین، اور کوئی چیز نہین ہے جو اس کی حمد کے گیت نہ گاتی ہو، مگر تم انکی تسبیح کو سمجھتے نہین ہو،

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ، (۵۵-۱)

سورج اور چاند ایک حساب سے چکر لگا رہے ہین اور تارے اور درخت سجدے مین ہین

"کیا ان لوگون نے خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کی طرف نظر نہین کی، جنکے سایے داہنے اور بائین جھکتے ہین، گویا اللہ کے آگے سر بسجود ہین اور اظہار عجز کر رہے ہین، اور جتنے جاندار اور ملائکہ آسمانون اور زمین مین ہین سب اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہین اور اس کے حکم سے سرتابی نہین کرتے اور اپنے رب سے جو بالاتر ہے ڈرتے ہین اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہین" (۱۶-۵)

"کیا تو نہین دیکھتا کہ جو مخلوق آسمانون مین ہے اور جو زمین مین ہے اور چاند اور سورج اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے نیک آدمی اور بہت سے وہ بھی جو اپنی نافرمانی کی وجہ سے مستحق عذاب ہو چکے ہین، سب کے سب اللہ کے آگے سر بسجود ہین" (۲۲-۲)

"زمین اور آسمان مین جسقدر چیزین ہین سب طوعاً و کرہاً اللہ ہی کو سجدہ کر رہی ہین" (۱۳-۲)

یہ عبادت، یہ سجود، یہ تسبیح، یہ قنوت تمام جاندار اور بے جان، ذی شعور اور بے شعور چیزون پر یکسان حاوی ہے، اور انسان بھی اس پر اسی طرح مجبور و مجبول ہے جس طرح مٹی کا ایک ذرہ، پانی کا ایک قطرہ، گھانس کا ایک تنکا۔ انسان خواہ وہ خدا کا قائل ہو یا منکر، خدا کو سجدہ کرتا ہو یا کسی پتھر کو، خدا کی پرستش کرتا ہو یا غیر خدا کی، جب تک وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے ماتحت زندہ ہے، بغیر جانے بوجھے

سنہ ان آیات کے اصل لفظ مین نے اپنے نقل نہین کئے کہ انکے پڑھنے اور سننے اور لکھنے اور دیکھنے والون پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے،

بلا عمد و اختیار طوعاً و کرہاً خدا کی عبادت کر رہا ہے، اسی کے سامنے سر بسجود ہے، اور اسی کی تسبیح مین لگا ہوا ہے، اس کا چلنا پھرنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، سب اسی کی عبادت ہے، اور چاہے وہ اپنے اختیار سے کسی اور کی عبادت کر رہا ہو، اور اپنی زبان سے کسی اور کی بندگی و اطاعت کا اقرار کر رہا ہو، مگر اس کا رونگٹا رونگٹا خدا کی عبادت مین مشغول ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے، اس کا خون اسی کی عبادت مین چکر لگا رہا ہے، اسکا قلب اسی کی عبادت مین حرکت کر رہا ہے، اس کے اعضا اسی کی عبادت مین کام کر رہے ہین، اور خود اسکی وہ زبان جس سے وہ خدا کو جھٹلاتا ہے، اسی کی عبادت مین چل رہی ہے،

اس عبادت کا صلہ یا اجر خدا کی طرف سے اُسے کیا ملتا ہے؟ فیضانِ وجود، رزق، اور قوت بقا، جتنی چیزین خدا کے قانون پر چل رہی ہین، اور اس کے مطابق حرکت کرتی ہین، وہ زندہ اور باقی رہتی ہین اور انھین وسیلۂ بقا عطا کیا جاتا ہے جسے ہم اپنی بولی مین "رزق" کہتے ہین، اور جو چیزین اس کے قانون کے مطابق عمل کرنا چھوڑ دیتی ہین ان پر فساد مسلط ہو جاتا ہے، ان کا رزق بند ہو جاتا ہے، اور وہ فیضانِ وجود سے محروم ہو جاتی ہین، یہ معاملہ کائنات کی ہر چیز کے ساتھ ہو رہا ہے، اور اس مین شجر و حجر، حیوان و انسان اور کافر و شاکر کے درمیان کوئی امتیاز نہین ہے،

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا (۱۱-۱)

کوئی چیز زمین مین چلنے والی ایسی نہین ہے جسکا رزق اللہ کے ذمہ نہو اور اللہ اسکے ٹھکانے اور اسکے سونپے جانے کی جگہ جانتا ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ، هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ (۳۵-۱)

لوگو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تمھین آسمان اور زمین سے رزق عطا کرتا ہو؟ وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہین ہے، پھر تم

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ (٦٧-٢)

وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے مطیع و مسخر بنا دیا پس تم اس کے اوپر چلو اور اسکا رزق کھاؤ،

أَمَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (٢٧-٥)

کون ہے جو مخلوقات کو اوّل پیدا کرتا ہے؟ اور پھر ویسی ہی مخلوق بار بار لاتا ہے؟ اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا خدا کیساتھ کوئی اور خدا شامل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ (٦٧-٢)

کیا یہ لوگ پرندوں کو اپنے اوپر نہیں دیکھتے کہ پر پھیلاتے اور سکڑتے ہوئے اڑ رہے ہیں؟ رحمٰن کے سوا کوئی نہیں ہے جو ان کو سنبھالتا ہو، وہ ہر چیز کی دیکھ بھال کرنے والا ہے، اور یہ اگر رحمٰن نہیں تو اور کون ہے جو تمہارا لشکر بنکر تمہاری مدد کرتا ہے؟ مگر ناشکرے لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، اور اگر وہ اپنا رزق دینا بند کر دے تو وہ کون ہے جو تمہیں دیسکتا ہے؟ مگر کافر سرکشی و سرتابی پر جمے ہوئے ہیں،

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جسطرح انسان اپنی اس بندگی میں دوسری اشیاء کے ساتھ مساوی ہے، اسی طرح اس کے اجر و معاوضہ میں بھی وہ مساوی رکھا گیا ہے، انعام کی صورتوں کا فرق جو کچھ بھی ہے وہ در اصل استعداد اور حاجتوں کی نوعیت کے فرق پر مبنی ہے، لیکن صورتوں سے قطع نظر کر کے اگر حقیقت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے، کہ جسطرح ایک درخت، ایک جانور، ایک چڑیا، ایک گھانس کی پتی کی احتیاج و استعداد کے مطابق اللہ اسکی دیکھ بھال، اس کی خبر گیری، اسکی مدد کرتا ہے، اور اسے رزق پہنچاتا ہے، اسی طرح انسان کی بھی احتیاج و استعداد کے مطابق اس پر انعام فرماتا ہے، اس بارے میں انسان کو ادنیٰ ترین مخلوقات کے مقابلہ میں اگر کوئی فضیلت ہے تو وہ محض صورتِ انعام کے اعتبار سے ہے، نہ کہ حقیقتِ انعام کے اعتبار سے، ایک بڑے سے بڑا منعم انسان جو آرام اپنی پھولوں کی سیج پر محسوس کرتا ہے، وہی آرام ایک چھوٹا سا پرندہ اپنے گھاس پھونس کے گھونسلے میں محسوس کرتا ہے، پھولوں کی سیج، تنکوں کے گھونسلے پر لاکھ فخر کرے، مگر حقیقت میں گھونسلے والے کی استعداد کے مطابق اس کی احتیاج اس طرح پوری کیگئی ہے جس طرح پھولوں کی سیج پر سونے والے کی استعداد کے مطابق اس کی احتیاج پوری کیگئی ہے، اس حیثیت سے دونوں پر خدا کا انعام یکساں ہے، پھر یہی معاملہ کافر و شاکر، اور مومن و مشرک کیساتھ بھی یکساں ہے، جو لوگ خدا کے منکر ہیں اور اس کی پرستش نہیں کرتے، جو اس کے ساتھ اسکی مخلوق کو شریک کرتے ہیں، جو شجر و حجر کو اس کا مدمقابل بناتے ہیں، ان پر بھی رزق اور فیضان وجود، اور حفاظت و خبر گیری کا انعام اسی طرح ہوتا ہے جس طرح پکے موحدوں اور خدا پرستوں پر ہو رہا ہے، بلکہ اگر قانون فطرت کی پیروی یا بالفاظ دیگر فطری عبادت میں ایک کافر مومن سے بڑھا ہوا ہے، تو اس عبادت کا صلہ بھی کافر کو مومن سے بہتر صورت میں عطا ہوتا ہے، خواہ وہ حقیقت میں نگاہ میں متاع غرور ہی کیوں نہ ہو،

اب یہ سوال بآسانی حل ہو جاتا ہے کہ انسان میں عبادت کا جذبہ فطری طور پر کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اور وہ کیوں اپنے معبود کو تلاش کرتا ہے؟ جب کہ ساری کائنات اور اسکی ہر چیز ایک غالب و قاہر فرمانروا کی بندگی کر رہی ہے، اور خود انسان کا ایک ایک رونگٹا اسکی عبادت میں لگا ہوا ہے، اور وہ تمام عناصر جن سے انسان مرکب ہے اس کے آگے سربسجود ہیں، اور ان عناصر کی ترکیب اسی کے فرمان سے ہوئی ہے، اور انسان کا وجود ہر آن اسی کی بندگی پر منحصر ہے، تو آپ سے آپ بندگی و عبودیت انسان کی سرشت میں داخل ہو گئی ہے، گو وہ اس طاقت کو

نہین دیکھتا جس کا وہ بندہ ہے، نہ دنیوی حکومتون کیطرح اس طاقت کے عامل اور نمایندے اس کے سامنے آتے ہین، مگر چونکہ وہ بندہ پیدا ہوا ہے، اور بلا ارادہ ہر وقت بندگی کر رہا ہے، اور اس کے مالک کی حکومت نے ہر طرف سے اس کو اور اس کے گرد وپیش تمام چیزون کو جکڑ رکھا ہے، اس لیے فطری طور پر اس کے اندر ایک نیاز مندی، ایک نیایش وگزارش، ایک پرستش وعبودیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور اس کا دل بے اختیار کسی معبود کو تلاش کرتا ہے، کہ اس کی حمد وثنا کرے، اس کی بڑائی بیان کرے، اس کے آگے اپنی بندگی وعقیدت پیش کرے، اور اس سے اپنی حاجتون مین مدد مانگے، یہی سرشت ہے جس نے ابتداے آفرینش سے انسان کو تلاشِ معبود پر مجبور کیا ہے، اس کی تحریک پر اس نے ہمیشہ پرستش کی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی ہے، اور یہی وہ عنصر ہے جس سے مذہب کی پیدایش ہوئی ہے،

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، فطرت نے ہر معاملہ مین انسان کے اندر ایک مجرد طلب، ایک خواہش، ایک کشش پیدا کر کے اس کو چھوڑ دیا ہے کہ اپنے مطلوب کو خود تلاش کرے، اور اس مقام پر پہنچکر انسان کو مشکلات پیش آئی ہین، اور اس نے اپنی عقل واستعداد، اپنی قوتِ تمیز کی رسائی، اور اپنے ذوق ووجدان کی صلاحیت کے مطابق اپنے لیے مختلف راستے نکال لیے ہین، جو آج نوعِ انسانی کے تمدن اور معاشرت کی گوناگونی مین ہم دیکھ رہے ہین، اس مین شک نہین کہ اس تلاش وجستجو اور اختیار وانتخاب مین فطرت نے کبھی اس کا ساتھ بالکل نہین چھوڑا ہے، مگر اس کی رہنمائی اتنی دھندلی اور خفی ہے کہ معمولی عقل وادراک کا انسان اس کے اشارون اور اس کی ہدایتون کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے، اور اسی وجہ سے اکثر اس کا اختیارِ تمیزی صحیح راستے کی تلاش مین ناکام ہوا، اور ہواے نفس اسکو غلط راستون پر لے گئی ہے، مثال کے طور پر غذا کی خواہش پیدا کرنے سے فطرت کا منشا یہ تھا کہ انسان ایسا مواد اپنے جسم کو مہیا کرے جس سے وہ زندہ رہ سکے اور اسے تحلیل شدہ اجزاء کا بدل حاصل ہو، مگر انسان اس خوردن براے زیستن کی حقیقت کو نہ سمجھا، کھانے سے اسکو جو لذت حاصل ہوئی اسی کو وہ اصل مقصود سمجھ بیٹھا، اور ہواے نفس اسکو زیستن براے خوردن کی غلط فہمی مین مبتلا کر کے فطرت کے

منشا سے دور ہٹا لے گئی، اسی طرح لباس پہننے اور مکان بنانے کی خواہش دراصل موسمی اثرات سے جسم کو محفوظ رکھنے کے لیے پیدا کیگئی تھی، مگر ہواے نفس نے اسکو زینت وآرایش اور اظہارِ شان وترفع کا ذریعہ بنا لیا، اور انسان فطرت کے منشا سے تجاوز کر کے انواع واقسام کے نفیس لباس اور عالی شان محل بنانے لگا، یہی حال ان تمام داعیات فطرت کا ہوا ہے جنھون نے انسان مین مختلف چیزون کی طلب پیدا کی، اور اس نے فطرت کے منشا کو نہ سمجھ کر، یا بسا اوقات سمجھنے کے باوجود نظر انداز کر کے اپنے اختیار سے اس طلب کو پورا کرنے کے لیے وہ مختلف ڈھنگ اور طریقے نکال لیے جو فطرت کے اصل مقصود سے زائد اور بہت سے معاملات مین اس کے خلاف تھے، پھر یہی چیزین اگلون سے پچھلون تک تمدن وتہذیب، رسم ورواج، اور آداب واطوار بنکر پہنچین، جنکی گرفت نے بعد کی انسانی نسلون کو ایسا جکڑا کہ فطرت کی رہنمائی کو سمجھنا تو درکنار ان کے لیے اپنے اختیارِ تمیزی کو استعمال کرنے کے مواقع بھی کم رہگئے، اور اسلاف کے طریقون نے مقدس قوانین بنکر ان کو تقلید وپیروی کے راستے پر ڈال دیا، حالانکہ فطرت جسطرح پہلے انسان کو لطیف اشارے اور ہدایتین دے رہی تھی اسی طرح آج بھی دے رہی ہے، اور ہمیشہ دیتی رہیگی، جنھین عقلِ سلیم تھوڑے یا بہت اجتہاد سے ہر وقت سمجھ سکتی ہے،

تلاشِ معبود کی فطری خواہش کے ساتھ بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ پیش آیا ہے، جب انسان نے عبادت کے جذبہ سے بے چین ہو کر اپنے لیے کسی معبود کو ڈھونڈنا شروع کیا، تو فطرت نے اُسے لطیف اشارات دیئے کہ تیرا معبود وہ ہے جس نے تجھے پیدا کیا ہے، جو تجھ سے بالاتر ہے، جس کی قوت کے سامنے تو عاجز ہے، جو ہر چیز پر غالب ہے، جو تجھے اور ہر جاندار کو روزی دیتا ہے، جو اپنے حسن وجمال اور خوبی ورعنائی کی بنا پر ہر طرح تیری مدح وستایش کا مستحق ہے، جس کا نور تجھے اور ہر چیز کو روشنی دیتا ہے، جس کا جلال تجھے اور ہر شے کو غارت کر دیتا ہے، اور جسکی محبت وشفقت تجھے اور ہر چیز کو پالتی اور آفتون سے بچاتی ہے، یہ لطیف اشارے ہر زمانے مین مختلف استعداد اور مختلف سمجھ بوجھ کے لوگون کو دیئے گئے، اور انھون نے اپنی بساط کے مطابق ان اشارون کو پہلی باتون سے اس کو بوجھنے کی کوشش کی، کچھ لوگون نے ان صفات کے معبود کو زمین پر تلاش کیا اور پہاڑ، دریا، درخت، طاقتور

اور نفع و ضرر پہنچانے والے جانور، عورت، جنسی اعضاء، آگ، ہوا، زمین اور اسی قسم کی چیزون کو ان صفات کا حامل سمجھ کر اپنا معبود بنا لیا، کچھ لوگ جنکی نظرین اُن سے زیادہ بلند تھین ان ارضی معبودون سے مطمئن نہ ہوئے، کیونکہ انھون نے دیکھا کہ یہ سب چیزین تو ہمی کی طرح کسی اور کی بندگی مین مبتلا ہین، اور خود اپنے وجود و بقا کے لیے بھی غیر کی محتاج ہین، اس لیے انھون نے اپنے معبود کو آسمان پر تلاش کیا، اور سورج، چاند، اور دوسرے اجرام فلکیہ کو عبادت کے لائق قرار دیا، مگر جو لوگ اُن سے بھی زیادہ باریک نظر رکھتے تھے، انھون نے محسوس کیا کہ آسمان والون کا حال بھی زمین والون سے کچھ زیادہ مختلف نہین ہے، وہ لاکھ بلند و برتر اور درخشان سہی، مگر اپنے اختیار سے کچھ بھی نہین کر سکتے، بلکہ ایک مقرر قانون اور بندھے ہوے نظام کے ماتحت گردش کیے جا رہے ہین، سورج کو کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ مشرق کے بجاے مغرب سے نکل آتا، یا اپنے مقام سے ہٹ کر کسی اور مقام سے نمودار ہو، چاند آجتک اس قابل نہ ہوا، کہ بدر کے بجائے ہلال یا ہلال کی جگہ بدر بن کر نکلتا، اسی طرح کوئی اور سیارہ بھی اپنی مقرر گردش سے کبھی یک سر مو تجاوز نہ کر سکا، اس غلامی، اس بندگی، اس بیچارگی کو دیکھ کر انھون نے تمام مادی و جسمانی چیزون کو ناقابلِ پرستش قرار دیدیا، اور اپنے معبود کی تلاش مین معانی مجردہ اور روحانیات کی طرف بڑھے، کسی نے نور کو اپنا معبود بنایا، کوئی دولت کی دیوی پر فریفتہ ہوا، کسی نے قوت کے دیوتا کی پرستش کی، کوئی محبت کے خیالی دیوتا کے آگے جھکا، کسی نے حسن کی دیوی کے آگے سرِ نیاز خم کر دیا، کسی نے روح کو سجدہ کیا، اور کسی نے مدبراتِ عالم کے ہیکل تجویز کیے، اور اُن کی عبادت اختیار کی، اسطرح کائنات کی ہر وہ چیز جس کے اندر مختلف قابلیتون کے لوگون کو اپنی فکر کی رسائی، اور نظر کی استعداد کے مطابق برتری، ربوبیت، قدرت، حسن، جلال، اور خالقیت کی جھلک نظر آئی اس کے آگے جھک گئے، اور فطرت کے دیے ہوے سراغ پر جو شخص جتنی دور جا سکا، گیا، اور ٹھہر گیا، مگر جو لوگ زیادہ صحیح وجدان، لطیف ادراک، اور سلیم عقل رکھتے تھے، اور فطرت کے بتائے ہوئے نشانات پر ٹھیک ٹھیک سفر کر رہے تھے وہ ان ارضی و سماوی معبودون اور روحانی و خیالی دیوتاؤن مین سے ایک سے بھی مطمئن نہ ہوئے، بیچ

کی منازل مین سے ایک پر بھی نہ ٹھہرے، اور بڑھتے بڑھتے اس منزل تک پہنچ گئے جہان انھین کائنات کی تمام مادی، روحانی، ذہنی، علوی اور سفلی قوتین کسی اور کی گرفت مین جکڑی ہوئی کسی اور کی بندگی مین مشغول، کسی اور کے آگے جھکی ہوئی، کسی اور کی تسبیح پڑھتی ہوئی نظر آگئین اور ان کے قلبِ سلیم نے گواہی دیدی کہ ان مین سے تو ایک بھی انسان کی پرستش کے قابل نہین ہے، اب انھون نے فطرت سے اپنے معبود کا صاف، قطعی اور واضح پتہ پوچھا، اور فطرت نے اپنے سب سے زیادہ لطیف اشارہ سے جس کو اربابِ نظر ہی سمجھ سکتے ہین یہ پتہ دیا کہ "تو اسی کی پرستش کر جسکی تو اور تیرے ساتھ سارا عالم بندگی کر رہا ہے":

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا، فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا، لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ، (۳۰-۴)

تو ایک خدا کا ہو کر اُسیکی طرف اپنا رخ کیے رہ، یہ اللہ کی فطرت ہے، جسپر اس نے لوگون کو بنایا ہے، اور اللہ کی اس بناوٹ مین کوئی رد و بدل نہین ہے، یہی دین کا سیدھا راستہ ہے:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ (۲-۳)

لوگو! اپنے اس پالنے والے کو پوجو جسنے تمکو پیدا کیا،

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (۹-۵)

لوگون کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرین جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے، اور جو شرک وہ کرتے ہین اس سے

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ، (۲۱-۲)

اور اے محمد! تم سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اُسے یہی وحی کرتے رہے ہین کہ میرے سوا کوئی معبود نہین ہے، لہٰذا تم میری پرستش کرو،

یہ آخری مقام تھا جہان پہنچکر تلاشِ معبود کا سفر ختم ہو گیا، ڈھونڈنے والے مطمئن ہو گئے، اور اس واقعہ سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ فطرت کی اس آخری ہدایت کو پانے کے بعد پھر کوئی مزید تلاش و جستجو کے لیے بےچین نہوا اور اگر کسی منکر نے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کی بھی تو اس سے آگے وہ کچھ نہ پا سکا، (باقی)

ابوالعلاء المعری

اور

عمر خیام

از

جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی

فارسی کی مثل مشہور ہی کہ آدم از آدم رنگ می گیرد، دنیا میں انسانی خیالات کا ارتقا اسی طرح ہوتا رہا ہی، کہ انسان ایک دوسرے کے افکار و آراء سے استفادہ کرے۔ اور اپنی قوتِ اختراع سے اون کو ترقی دے کر ان پر اضافہ کرتا رہے،

انسانی خیالات کی نیرنگیاں بھی عجیب ہیں، کہنے کو یوں سب انسان ہیں، مگر بفحوائے فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ مبدءِ فیاض سے کسی کو دماغی اور ذہنی قابلیت کم عطا ہوئی ہے اور کسی کو زیادہ؛ اس لئے ضروری ہی کہ کم استعداد والے اپنے بڑھی ہوئی استعداد والوں سے استفادہ کریں، یہ ممکن ہے کہ ایک خیال کسی وقت کئی آدمیوں کے دماغ میں پیدا ہو لیکن اسکے اظہار کے طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں، ہر شخص ایک خیال کو اس طرح کامل طور پر خوبصورتی کے ساتھ ادا نہیں کرسکتا، جیسا کہ ایک غیر معمولی استعداد کا آدمی ظاہر کرسکتا ہی، اور اگر کوئی شخص بعینہٖ اسی طرح یا کم و بیش اسی ترکیب اور طرزِ ادا کے ساتھ اس خیال کو ظاہر کرے تو اس پر سرقہ کا الزام عائد ہوگا، بشرطیکہ یہ یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ یہ خیال بعینہٖ کسی متقدم شخص سے ماخوذ ہے، لیکن اگر ایسے قرائن موجود نہیں ہیں، تو اس پر توارد یا موارد کا اطلاق ہوگا، کیونکہ سرقہ کا الزام لگانے کے لئے حتمی اور بیّن ثبوت کا موجود ہونا ضروری ہی جیسا کہ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں،:-

"سرقہ کا حکم اسی وقت لگایا جاسکتا ہی کہ جب یہ معلوم ہوجائے کہ دوسرے نے پہلے سے اخذ کیا ہی اور یہ کہ نظم کرتے وقت اوسکو پہلے کا قول یاد تھا، یا وہ خود کہے کہ اوس نے ایسا کیا ہی، ورنہ ایک کے سابق ہونے اور دوسرے کے اتباع کرنے کا حکم نہ لگایا جائے گا کیونکہ دو سخنوروں کا توارد خاطر یعنے بلا قصد محض اتفاقیہ طور پر جائز ہے مگر جب یہ معلوم ہو کہ دوسرے نے پہلے سے اخذ کیا ہی، تو کہا جائے گا کہ فلاں نے ایسا کہا ہی اور دوسرا اسی بات کو اس سے پہلے اسطرح کہہ چکا ہی، اس طرح صداقت کی فضیلت کو غنیمت جانے اور خود کو علمِ غیب اور دوسرے کی تنقیص کے دعوے سے محفوظ رکھے"[1]

اس طرح خیالات کا تصادم ہونے سے انسانی خیالات کی یکرنگی معلوم ہوتی ہی، اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی سخنور کا توارد سے بچنا ناممکن ہے، چنانچہ علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:-

"اگر کسے بنظرِ تفتیش ملاحظہ کند کم شاعرے را از توارد خالی یابد چہ احاطہ جمیع معلومات خاصہ حضرت علم الٰہی است تعالیٰ شانہٗ، خامہ معنی نگار تیرے بتاریکی می افگند چہ داند کہ صید از رستہ است یا بال و پر بستہ"[2]

ادب اور شاعری کی دنیا میں خیالات کا التقاط یا انتحال بہ نسبت نثر کے نظم میں زیادہ معیوب سمجھا جاتا ہی، البتہ احیاناً اگر کوئی مضمون یا خیال بندھ جائے، خواہ وہ کسی خیال یا مضمون کے ساتھ ٹکر کھاتا ہو یا کسی ماقبل ادیب یا شاعر کے کسی خیالِ خاص کو قصداً لیکر اوس کو ترقی دینے اور اسمیں بلندی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ایک دلیل ہوگی، کسی متقدم ادیب یا شاعر کے خیال کا کسی متاخر سے مقابلہ کرنا دنیائے ادب کے فرائض میں داخل ہے، تاکہ تحسینِ کلام کے لئے اس کے ترکیبی عناصر کا تجزیہ کرتے وقت اس پر صحیح طور سے تنقید کی جاسکے،

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہی، کہ آج کل مغربی تعلیم کی وجہ سے "مقابلہ" اور "تنقید" کا فن پیدا ہو گیا ہے، لیکن عربی ادبیات میں یہ فن بہت ترقی کر چکا تھا، ادب اور خصوصاً شاعری میں "ادبی تنقید" کا یہ شعبہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، چنانچہ نقادانِ سخن نے خاص اس موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں، علاوہ ازیں فنونِ معانی و بیان، بلاغت اور بدیع

[1] مطول صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴ مطبوعہ شاہجہانی [2] سروِ آزاد صفحہ ۶۹،

کی اکثر کتابون مین جابجا اس قسم کی ادبی تنقیدات کی مثالین پائی جاتی ہین،

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا، سردست ہمکو اسلامی دنیا کے دو نامور فلسفی شاعرون کا مقابلہ کرنا ہے، جو ابو العلا المعری اور عمر خیام کے نام سے جریدۂ عالم پر اپنی شہرتِ دوام ثبت کر چکے ہین،

معری نے ۴۴۹ھ مین وفات پائی ہے[1] اور خیام کا سالِ ولادت ۴۴۰ھ اور سنۂ وفات ۵۱۷ھ ہے[2] اس لحاظ سے دونون ہمعصر تھے، کیونکہ معری کی وفات کے وقت خیام کی عمر ۹ سال کی ہوتی ہے، اول الذکر ملک شام مین گذرا ہے، اور دوسرا خراسان مین اور یہ تو ہمین معلوم ہے، کہ اس زمانہ مین ابو العلاء کی شہرت عراق اور شام مین پھیل چکی تھی، جیسا کہ معری کے ایک سوانح نگار کا بیان ہے کہ

"معرہ سے لیکر انتہا اندلس کے اندرونی حصون اور خراسان کی انتہائی حدود تک اسکی شہرت پھیل گئی"[3]

اس لئے قرین قیاس ہے کہ خیام کو ابو العلاء کے حین حیات مین یا اس کی وفات کے بعد اس کا کلام پہنچا ہو، اور اس طرح سقط الزند اور لزومیات معری کا اثر رباعیات خیام پر بلا واسطہ پڑا ہو،

معری اور خیام کے مقابلہ کا خیال مستشرقین مین سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق سالمون کو ہوا جس نے ابو العلاء پر ایک کتاب فرنچ مین لکھی ہے، اس کتاب کا نام "نابینا شاعر" (LE POETE AVEUGLE) ہے، اور ۱۹۰۴ء مین پیرس مین شائع ہوئی ہے، اس مین مصنف نے معری کو خیام کا "پیشرو" (PRECURSOR) بتایا ہے، سالمون کا خیال ہے کہ معری نے "شراب ارغوانی" کی جو تعریف کی ہے، اس مین عمر خیام اس کا ہمزبان ہے[4]، لیکن یہ صریحاً غلط ہے، اور اسی لئے پروفیسر نکلسن اس بنا پر اسکو نہین تسلیم کرتا، کہ معری نے جہان کہین شراب کا

[1] ابن خلکان جلد اول صفحہ ۳۴۔ [2] خیام کی تاریخ ولادت و وفات مین مورخین کا اختلاف ہے، لیکن معتبر ماخذ کی بنا پر اس کا سن ولادت ۴۴۰ اور تاریخ وفات ۵۱۵ھ سے ۵۱۷ھ کے مابین مقرر کی گئی ہے، (دیکھو مجمع الفصحاء اور چہار مقالہ)

[3] ابو العلاء و ما الیہ صفحہ ۲ طبع سلفیہ مصر،

[4] سالمون کی کتاب صفحہ ۴۰،

ذکر کیا ہے وہان نفرت کے ساتھ کیا ہے، تاہم وہ لکھتا ہے کہ

"اگر وہ مان لیا جائے کہ خیام دا اپنے خیالات مین، معری سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا تو ہمین یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خیام کی رباعیات کے انگریزی تراجم مین دونون شاعرون کا مقابلہ کرنے کے لئے معتبر شہادت بہت ناکافی ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونون کی فلسفیانہ زندگی کے بعض خط و خال مشترک ہین، اور لزومیات معری مین کئی مقامات ایسے ہین، جو خیام کی بعض رباعیات کو یاد دلاتے ہین"[1]

سالمون کے بعد دوسرا نمبر امین ریحانی کا ہے، جو شام کا ایک مشہور عیسائی مصنف اور ادیب ہے، جس نے معری کے بعض اشعار کا انگریزی ترجمہ کر کے رباعیات ابو العلاء (QUATRAINS OF ABUL ALA) کے نام سے شائع کیا ہے، اس نے معری کے اشعار کے مقابلہ مین خیام کی چند رباعیان بھی (انگریزی ترجمہ) نقل کی ہین، جن مین خیالات کا اتحاد ہے اور مطابقت پائی جاتی ہے، اس بنا پر اوس نے خیام کو معری کا پیرو بتایا ہے[2]، چنانچہ دیباچہ مین رقمطراز ہے:-

"مین اس مشابہت کی طرف اشارہ کرتا ہون، جو عمر خیام اور ابو العلا المعری کے خیالات مین پائی جاتی ہے، مین بدلائل اس بات کو مانتا ہون، کہ خیام معری کا مقلد یا شاگرد تھا، خیام کی ولادت اور معری کی وفات مین کچھ زیادہ فرق نہین ہے، کیونکہ دونون گیارھوین صدی کے وسط مین گذرے ہین"[3]

لیکن اس مشابہت اور مماثلت کے باوجود امین ریحانی یہ تسلیم نہین کرتا کہ یہ خیالات خیام نے معری سے سرقہ کئے ہین، چنانچہ لکھتا ہے:-

"مین یہ نہین کہتا کہ خیام نے سرقہ کیا ہے، میرا مطلب صرف یہی ہے کہ اوس نے اپنے کئی ملحدانہ اور آزادانہ خیالات ابو العلاء سے حاصل کئے ہین"[4]

مصر کا عیسائی ادیب ودیع البستانی، جس نے رباعیات خیام کا عربی مین ترجمہ کیا ہے، وہ بھی ریحانی کی

[1] اسٹڈیز ان اسلامک پوئٹری صفحہ ۲۰۶،۲۰۵۔ [2] رباعیات ابو العلاء صفحہ ۱۹۱۔ [3] دیباچہ صفحہ ۳۔ [4] ایضاً صفحہ ۱۰

راے پر اظہار خیال کرتے ہوے اس بات کو تسلیم نہین کرتا، کہ خیام نے معری کے خیالات سے سرقہ کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"اور ایسا کہنے والے لوگ بھی موجود ہین، جو یہ کہتے ہین کہ خیام کی رباعیات معری کے لزومیات کی طرز پر لکھی ہوئی ہین، نیز یہ کہ خیام اپنے خیالات کے لحاظ سے معری کا شاگرد ہے، اور اوس کی آرا مین اس کا پیرو ہے، اس مین شک نہین ہے کہ ان دونون کے اقوال مین بہت قریبی مشابہت بکثرت اور واضح طور پر پائی جاتی ہے، اور اس لئے اس کا احتمال صاف ظاہر ہے، کیونکہ خیام عربی زبان، اسکے علوم و آداب مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، بلکہ اس زبان مین کتابین لکھتا، اور شعر کہتا تھا، لیکن اس بنا پر ہمارے لئے یہ مناسب نہین ہے، کہ ہم اس فارسی شاعر پر، عربی شاعر کے خیالات سے سرقہ کرنے کا الزام لگائین، کیونکہ ان دونون مین جو بات مشترک ہے، وہ حقائق کی تصویر، اور عقلی دلائل و براہین ہین، جو شعری قالب مین رنگے ہوئے ہین، اور استعارات و کنایات اور خیال آرائی کے اقسام مین سے نہین ہین کہ جس کا فخر اس کے موجد اور متقدم کو ہو سکتا ہے، اور جب ہم نے تقدم اور تاخر زمانی کے اعتبار سے حکم لگانے پر اکتفا کیا ہے، تو اس کے ساتھ ہی ہمین اس کے بغیر بھی چارہ نہ ہوگا کہ ہم معری کو اس کی فضیلت سے محروم کردین، اور اوس پر بھی اس سے پہلے کے فلاسفۂ یونان و روم سے اخذ کرنے کا اتہام لگائین"[1]

لزومیات معری اور رباعیات خیام کے مابین جو امور مشترک ہین، وہ حسب ذیل ہین:-

(۱) دونون کا موضوع سخن حکمت و اخلاق کی تعلیم دینا ہے،

(۲) دونون دنیا کی آرایشون اور زیبایشون سے بیزار ہین، اور زہد و ترک دنیا کی تعلیم دیتے ہین،

(۳) دونون حکماے یونان کے افکار و آرا سے متاثر ہین،

[1] مقدمۂ رباعیات عربی صفحہ ۱۳،

(۴) دونون مذہب کو عقل کے معیار پر پرکھنا چاہتے ہین،

(۵) بعض مذہبی اعتقادات کی نسبت ملحدانہ اور آزادانہ خیالات کے اظہار مین دونون ہم آہنگ ہین،

اس مین کوئی شک نہین ہے کہ رباعیات خیام مین جا بجا وہی روح دائر و سائر نظر آتی ہے، جو لزومیات معری کے قریب قریب ہر صفحہ پر نمایان ہے، لیکن کوئی بھی ثبوت ایسا موجود نہین ہے، جسکی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ خیام نے معری کے کلام سے براہ راست اخذ کیا ہے، تذکرہ خیام کے معتبر ماخذ مین سے قاضی اکرم بن القفطی کی تاریخ الحکماء ہے، اس مین خیام کی نسبت لکھا ہے:-

"خراسان کا امام اور اپنے زمانے کا علامہ ہے، یونانیون کا علم جانتا ہے، اور جسمانی حرکات کی پاکیزگی سے نفس انسانی کی صفائی کے ذریعہ خداے واحد (و جزا دہندہ) کو طلب کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اور یونانیون کے قواعد کے مطابق سیاست مدن کے التزام کا حکم دیتا ہے"[1]

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے، کہ خیام علوم یونان کا عالم اور فلسفہ و حکمت کا بہت بڑا ماہر تھا، اور غالباً یہی وجہ تھی جس نے اس کو دوسرے فلاسفہ کی طرح مذہب کی نسبت آزاد خیال بنا دیا تھا، اس لئے بقول بستانی "بجائے اسکے کہ ہم خیام کے فلسفیانہ خیالات و آرا، کو لزومیات معری سے ماخوذ ثابت کرین مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جمہوریت افلاطون سے منسوب کردین"[2]

ایک بات یہان خاص طور پر قابل ذکر ہے، کہ اگر خیام نے اپنے افکار و آرا، کی بنیاد معری کے کلام پر رکھی ہوتی، تو کم از کم تذکرہ نویس اور مورخین ضرور اسکی طرف اشارہ کرتے خصوصاً قفطی ایسا متجسس اور فلسفی مزاج مورخ جو دونون کے حالات سے باخبر تھا، اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہتا،

بہرحال خیام اور معری کے بعض کلام مین جو مماثلت قریبہ پائی جاتی ہے، اس سے انکار نہین کیا

[1] تاریخ الحکما صفحہ ۲۴۳ طبع جرمنی، یہان قواعد یونانیہ سے کون و حیاۃ اور معاشرت و اخلاق کی نسبت فلاسفۂ یونان کے نظریات مراد ہین، [2] مقدمۂ رباعیات عربی صفحہ ۱۶۱،

جاسکتا یہان ہم دونون شاعرون کے وہ اشعار نقل کرتے ہین جنمین مشترک خیالات پائے جاتے ہین :۔

(۱) معری :۔

غیر مجد فی ملتی و اعتقادی — میرے مذہب اور عقیدہ مین رونے والے کا نوحہ

نوح باک و لا ترنم شاد — اور گانے والے کا ترنم دونون مین کوئی بزرگی نہین ہے

أبکت تلکم الحمامۃ ام غنت — خواہ وہ کبوتر روتے ہون یا اس (درخت) کی

علی فرع غصنها المیاد[1] — ٹوٹی ہوئی ڈالی پر بیٹھ کر گا رہے ہون،

خیام :۔

آنرا کہ وقوفست بر احوال جہان — شادی و غم و رنج بر وشد یکسان

چون نیک و بد جہان بسر خواہد شد — خواہی تو بدرد باش خواہی درمان

ایک فلسفی کی نظر مین "نوحۂ غم" اور "نغمۂ شادی" یکسان ہوتے ہین، جیسا کہ مرزا غالب اسی خیال مین ایک خاص نتیجہ پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہین :۔

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی، !

(۲) معری :۔

خفف الوطأ ما اظن ادیم ال — قدم آہستہ رکھ کیونکہ میرے خیال مین

ارض الا من هذه الاجساد — زمین کی جلد (سطح) انہی اجسام سے بنی ہے

وقبیح بنا وان قدم العهد — اور ہمارے لئے بہت بری بات ہے خواہ ہمارے

هوان الآباء والاجداد[2] — آبا و اجداد کو گئے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا ہو،

ایک اور جگہ کہتا ہے :۔

عجبا لنا ولمن مضی اقد امنا — یمشین فوق جسومهم والاکبد

ہمین تعجب ہوتا ہے اپنے لئے اور ان لوگون کے لئے جو گذر چکے ہین، کہ ہمارے قدم ان کے جسمون اور جگرون پر چلتے ہین

وسوف یفعله بنا من بعدنا — ان المنون سهامها فی الاقوس[1]

اور قریب ہے کہ وہ ہمارے ساتھ بھی یہی سلوک کرے کیونکہ اجل کے تیر اسکی کمانون مین رکھے ہوئے ہین،

خیام :۔

ہر سبزہ کہ بر کنار جوئے رستست — گوئی زلب فرشتہ خوئے رستست

ہان بر سر سبزہ پا بخواری ننہی — کان سبزہ بخاک لالہ روئے رستست

قریب قریب اسی خیال کی ایک جھلک مرزا غالب کے اس شعر مین پائی جاتی ہے :۔

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین — خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

(۳) معری :۔

یا روح کم تحملین الجسم لاهیة — اے روح کب تک ہنسی خوشی سے اس جسم کو

ابلیته فاطرحیه طالما لبسا — اوٹھائے رہیگی، تونے اسکی آزمایش کرلی ہو اب

ان کنت آثرت مسکناه فمخطئة — اسے اتار پھینک کہ اس کو پہنے ہوے زمانہ گذر گیا،

فیما فعلت وکم من ضاحک عبسا[2] — اگر تونے اسی مین رہنا پسند کیا ہو، تو تونے بڑی

[illegible] — خطا کی ہے اور کئی ہنسنے والے ہین جو آخر کو خشک

خیام :۔

اے دل ز غبار جسم اگر پاک شوی — تو روح مجردی بر افلاک شوی

عرش است نشیمن تو شرمت بادا — کائی و مقیم خطۂ خاک شوی

(۴) معری:-

عیوبی ان سألت بہا کثیر — اگر تم پوچھتے ہو تو مجھ میں بکثرت عیوب موجود ہیں

وای الناس لیس لہ عیوب — اور کون ایسا ہے، جس میں عیوب نہیں ہیں

وللانسان ظاھر ما یراہ — انسان کا ایک ظاہر ہے جسکو وہ دکھا سکتا ہے،

ولیس علیہ ما تخفی الغیوب[۱] — لیکن جو باتیں کہ اس میں پوشیدہ ہیں انکو وہ نہیں

خیام:-

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو — آنکس کہ گنہ نہ کرد چون زیست بگو

(۵) معری:-

خُذ الآن فیما نحن فیہ وخلّیا — موجودہ وقت کو جسمیں ہم ہیں، لے لے، اور فردا

غداً لم یقد مر امس فقد مرّ[۲] — کو جو ابھی نہیں آیا، اور دیروز کو جو گزر گیا چھوڑ دے

خیام:-

روزے کہ گذشت ازو دگر یاد مکن — فردا کہ نیامدہ است فریاد مکن

برنامدہ و گذشتہ بنیاد منہ — حالے خوش باش و عمر بر باد مکن

(۶) معری:-

ھفت الحنیفۃ والنصاریٰ ما اھتدت — دین حنیفی والے بھٹک گئے اور نصاریٰ نے ہدایت

ویھود حارت والمجوس مضللۃ — یاب نہ کی، یہودی حیران رہ گئے اور مجوس گمراہ ہو گئے

اثنان اھل الارض ذو عقل بلا — اہل دنیا دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو عقل رکھتے

دین وآخر دین لا عقل لہ[۳] — ہیں، مگر دین نہیں رکھتے، اور دوسرے وہ جو دین رکھتے

[۱] لزومیات جلد اول صفحہ ۴۰، [۲] ایضاً صفحہ ۲۸۵، [۳] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۷۵،

خیام:-

جمعے متفکر اند در مذہب و دین — جمعے متحیر اند در شک و یقین،

ناگاہ منادئی برآید ز کمین — کاے بے خبران راہ نہ آن است نہ این

ہمارے فارسی اور عربی شعرا کی قدیم محبوبہ "بنت العنب" ہر وقت ان کے لباس شعری میں جلوہ گر ہوتی رہتی ہے، اور خیام کی بادہ پرستی کی شہرت تو ایشیا اور یورپ کے ہر ایک گوشہ میں پہنچ چکی ہے، لیکن جہاں معری اور خیام کی فلسفیانہ زندگیاں اپنی مشابہت کی وجہ سے متعدد امور میں مشترک ہیں، وہاں شراب کے متعلق ان دونوں کے خیالات میں پورا تضاد پایا جاتا ہے، شراب کا ذکر ابو العلاء نے بھی کیا ہے اور بار بار کیا ہے، مگر اسی طرح جیسا کہ عہد حاضر کے مشہور امریکن "مانع المسکرات" (PROHIBITIONIST) جان پسی فوٹ (JOHNPUSSYFOOT) نے کیا ہے، معری کا بکثرات و مرات مختلف عقلی اور اخلاقی خرابیوں کی بنا پر "دختر رز" سے محترز رہنے کی ہدایت کرنا اس قدر اہم ہے کہ وہ ایک علٰحدہ مضمون کا محتاج ہے، بہرحال معری سا "انگور کی بیٹی" کا عدوے ازرق بھی آلام و مصائب دنیوی کو فراموش کر دینے کے لئے آرزو کرتا ہے کہ کاش شراب صرف مدہوشی کے لئے جائز ہوتی، چنانچہ کہتا ہے:-

(۷) تمنّیتُ انّ الخمر حلّت لنشوۃٍ — میری آرزو تھی کہ شراب صرف نشہ لانے کیلئے جائز

تجھلنی کیف اطمأنت بی الحالُ[۱] — ہوتی تا کہ وہ مجھے اس بات کو بھلا دیتی کہ مجھ پر کیا گذری

ایک اور جگہ کہتا ہے:

أیأتی نبیٌّ یجعل الخمر طلقۃً — کیا اب کوئی نبی آنے والا ہے، جو شراب کو حلال کر دے

فتحمل شیئاً من ھمومی واحزانی[۲] — تا کہ وہ میرے رنج و غم کا کچھ حصہ دور کر دے

اسی معنی میں خیام کہتا ہے:-

[۱] سقط الزند صفحہ ۱۴۲، [۲] لزومیات جلد ۲ صفحہ ۳۰۶،

اے رب بکشائے برمن از رزق درے — بے منتِ مخلوق رسان ماحضرے

از بادہ چنان مست نگہ دار مرا، — کز بے خبری نباشدم دردِ سرے

اسی خیال کو مرزا غالبؔ نے اس طرح باندھا ہے، ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو — اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئیے

(۸) اُرواحنا معنا ولیس لنا بہا — ہماری روحین ہمارے ساتھ ہین پھر بھی ہمین انکا علم نہین ہے

علم فکیف اذا حوتہا الا قبر[1] — تو جبکہ ارواح کو قبرین گھیر لین گی اسوقت کیا معلوم ہوگا؟

خیام :۔

دل سرِ حیات اگر کماہی دانست — در موت ہم اسرارِ الٰہی دانست

امروز کہ با خودی ندانستی ہیچ — فردا کہ ز خود روی چہ خواہی دانست

ان چند مثالون سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ معرّی کے فلسفیانہ خیالات کا اثر خیام کی رباعیات مین کس قدر پایا جاتا ہے، حتی کہ خیالات کے توارد اور تخیّل کی یکرنگی کی بنا پر بعض جگہ سرقہ کا دھوکا ہوتا ہے،

ان اشعار کے علاوہ بھی معرّی اور خیام کے موضوعاتِ کلام مین بکثرت اشتراک پایا جاتا ہے، مثلاً۔ دنیا کی بے ثباتی، جبریت، اخلاقی تعلیم، فقہا، اور واعظین کی مذمت، حشر و نشر کا انکار، مذہبی آزاد خیالی وغیرہ، فرق صرف اس قدر ہے کہ معرّی صاف صاف ملحدانہ بولی بولتا ہے، اور خیام دبی زبان سے لیکن زیرِ لب تبسم کے ساتھ اشارات و کنایات مین گفتگو کرتا ہے،

انشاء اللہ آیندہ ہم دونون کے مشترک خیالات کا مقابلہ کرین گے اور دکھائین گے کہ دونون فلسفی شاعرون کے کلام مین کس قدر مشابہت پائی جاتی ہے،

[1] لزومیات جلد اول صفحہ ۹۶،

تاریخ گجرات کا ایک ورق

ولبھی راج

از

مولانا سید ابو ظفر صاحب ندوی سابق مدرس عربی و فارسی بہاء الدین کالج احمد آباد،

ولبھی خاندان کی اصل

خاندان گپت نے یونانیون کے بعد اس ملکِ گجرات پر قبضہ جمایا، اور تاریخ سے ثابت ہے کہ سکندر گپت ۴۷۰ء تک اس پر قابض رہا، پھر اس کے بعد کی کڑی بظاہر غیر مربوط ہوجاتی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہین کہ اسی عہد سے گوجرون کی آمد ہند مین شروع ہوجاتی ہے، گوجر قوم گرجستان سے آئی اور سیستان سے ہوتے ہوئے ہند پر حملہ آور ہوئی، اس کے حملے ۴۷۰ء سے ۵۲۰ء تک ہوتے رہے،[1] مگر ان کے مقبوضاتِ ہند کا اصلی زمانہ ۴۷۰ء ہے، اسی عہد سے اپنی فتوحات کو وسیع کرتے رہے، ملتان اور سندھ کے بعد مارواڑ ہوتے ہوئے گجرات، مالوہ اور دکن کو نکل گئے، شمالی ہند پر قبضہ اس کے بعد ہوا، اور غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ گپت اور دوسرے طاقتور خاندان ابھی وہان موجود تھے، ان گوجرون کا پہلا مرکز بھلمان تھا، جہان سے منتقل ہوکر اجین (مالوہ) گئے، یہان کا دوسرا مرکز ہوا، اس جگہ سے ان کے سپہ سالار دو طرف گئے، ایک نے گجرات فتح کرکے بھروچ مین قیام کیا اور دوسرے نے دکن پہنچکر کلیان کو پایۂ تخت بنایا، کچھ دنون کے بعد اس قوم مین سب سے پہلے جو شخصیت نمایان ہوئی وہ شری بھٹ ارک ہے، جس کو بھٹ ارک اور بھٹارک بھی کہتے ہین، اس نے گجرات پر ۵۰۹ء سے ۵۲۰ء تک حکومت کی، اس شخص کو ولبھی پور کا

[1] نندی پور (نادوت) والے راجہ نے ۵۸۹ء مین اپنے آپ کو گوجر کہا ہے، (گجرات کی پراچین اتہاس فصل ولبھی)

بانی سمجھا جاتا ہے، جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم میں جسقدر فرمانروا گذرے ہیں، ان میں سے پہلے کے نام کے ساتھ "شری بھٹ مارک" کا لفظ ہے، اور اون کے بعد دو کے ساتھ "سیناپت" (سپہ سالار) کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ دونوں راجگان اجین (مالوہ) کے ماتحت تھے، اس کے بعد سے تمام راجوں کے نام کے ساتھ مہاراجا کا لفظ ہے، جو اس بات کی دلیل ہے، کہ اسوقت سے وہ گجرات کے آزاد اور مستقل حاکم ہوئے اس وقت تک کتابوں اور مختلف سکوں اور کتبوں سے اس قدر معلوم ہوا ہے کہ تقریباً ۱۹-۲۰ راجے ہوئے[۲]، ان میں سے آخری راجہ عموماً "شیلادت" کہے جاتے تھے، ان کی حکومت عام طور پر تین سو برس تک بیان کیجاتی ہے، یہ مدت مرکزی حکومت کی ہے، اور اس کے بعد بھی عرصہ تک اس قوم کی شاخ حکمران رہی، جیسا کہ آگے میں اسی پر مفصل بحث کرونگا،

شہر کا بانی اور نام | اس شہر کا اصل بانی، "بھٹ مارک" ہے، چینی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس شہر کا اصلی نام "ولبھی پور" ہوگا، پھر سنسکرت تلفظ میں آکر "وتبھی پور" ہو گیا، "ولبھ" اصل میں چھپر کے اُس حصہ کو کہتے ہیں، جو برآمدے سے آگے بڑھ کر بنایا جاتا ہے، تاکہ بارش کی بوچھار سے مکان کے رہنے والے محفوظ رہیں، قیاس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں اس قسم کے چھپروں کا عام رواج نہ تھا، ولبھی پور میں جب اس قسم کے مکانات بکثرت بنائے گئے تو لوگوں نے اس کا نام ہی ولبھی پور رکھ دیا، اور یہی عوام میں مشہور ہو گیا، مگر میرے خیال میں اس کی دوسری وجہ شاید یہ ہوگی، کہ "ولبھی" کے معنی محمود کے آتے ہیں، اور نیک شگون کے خیال سے اس کا نام (ولبھی پور) "محمود پور" رکھا ہو،

ولبھی پور کا موقع | ایک سوال یہ بھی ہے کہ ولبھی پور کہاں واقع ہے، عرب سیاحوں نے اس کے متعلق کچھ نہیں

[۱] تاریخ گجرات ڈاکٹر بھگوان لال صاحب، تاریخ ہند متعلقہ گجرات ڈنکن فاربس صاحب، ولبھی پور کے متعلق کرنل ٹاڈ صاحب نے یا بعض مصنفوں نے جو تحریر کئے ہیں، جدید تحقیقات سے ناقابل اعتبار سمجھے گئے ہیں، اس لئے میں نے ترک کر دیا، گجرات پراچین اتہاس میں بھٹ مارک کی مدت حکومت ۳۱۹ء سے ۳۶۵ء دیا ہے،

لکھا ہے، لیکن جسقدر بڑے بڑے شہر اس زمانہ میں تھے، انکا علحدہ نام لینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کوئی عظیم الشان مستقل شہر تھا، ورنہ معمولی بڑے شہر کو لوگ عموماً "پٹن" کہتے تھے، قدیم سے قدیم سیاحوں میں چینی سیاح "ہیونگ سیانگ" چین، کا بیان ملتا ہے، جو لکھتا ہے کہ لاریکا (لار یعنی بھروچ) دیش کے اتر میں واقع ہے، بیرونی کہتا ہے کہ "انہل واڑا سے دکن طرف، "جوڑن (غالباً اس سے مراد منزل ہے،) کے قریب ہے" الیٹ صاحب کے بیان کے مواقف موجودہ ریاست بھاونگر سے ۲۰ میل اور بندر گھوگہ کے درمیان میں آباد تھا، موجودہ تحقیقات بھی قریب قریب یہی ہے، اگھیلا رندی "کے کنارے "وڑا" نامی گاؤں کے پاس "ولیہ یا "ولبھی" نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں موجود ہے جسکو اس شہر کی یادگار سمجھو، اور وہ آج کل ایک گوہیل رئیس کا مقبوضہ ہے اوسکے شمال اور مغرب میں ببلوں کے درختوں کا ایک جنگل ہے، اس میں سب طرف ٹیکرین بنی ہوئی ہیں، اسی کے اندر ولبھی پور کے کھنڈر موجود ہیں، موسم برسات میں اکثر قدیم اشیاء سکے وغیرہ دستیاب ہوتی ہیں، اکثر لوگ کھود کھود کر ملبہ اور عمارتوں کے مصالحہ نکالتے ہیں،[۱]

ولبھی سلطنت کے حدود اربعہ | اس سلطنت کے حدود اربعہ صحیح اور یقینی طور پر تو نہیں متعین کئے جا سکتے، لیکن چینی سیاح کے عہد (۶۴۰ء) میں چھ ہزار "لی" تھا، اس لئے اگر تین "لی" کا ایک میل مان لیا جائے تو اس حساب سے دو ہزار میل ہوتا ہے، یہ ایک مجمل بیان ہے، جس کی تفصیل بعض کتبوں سے ہم معلوم کر سکتے ہیں، بعضے کتبے جو موربی اور ویراول سے دستیاب ہوئے ہیں ان سے ہم قیاس کرتے ہیں، کہ کاٹھیاواڑ کا مشرقی اور شمالی حصہ بھی اُن کا مقبوضہ تھا، چونکہ ابتداءً ان گوجروں کا مرکز بھن مال تھا، اور پھر مالوہ اس لئے یقیناً خود مختاری کے بعد سارا گجرات اُن کے ماتحت ہوگا، اس حساب سے مشرق میں اجین بھن مال، مغرب میں بحر عرب، شمال میں موربی، سومناتھ وغیرہ جنوب میں کوکن (تھانہ) وغیرہ ان کے حدود اربعہ ہوں گے،

آب ہوا اور باشندے | چینی سیاح کا بیان ہے کہ اس ملک کی آب ہوا ملک مالدہ کے مانند ہے اور یہاں آفتاب وہی

[۱] گجرات پراچین اتہاس فصل ولبھی پور،

چیزین اور ویسی ہی گرمی سردی پیدا کرتا ہے، جیسا ملک مالوہ مین اور یہان کے باشندون کے اوضاع واطوار
شکل، اخلاق وعادات بھی اہل مالوہ کے مماثل ہین،

ولبھی پور شہر | خاص شہر ولبھی پور کا احاطہ چینی سیاح ایک میل بتلاتا ہے لیکن جدید تحقیقات سے اس کا
رقبہ تقریباً پانچ میل تک پایا جاتا ہو، کیونکہ اس گاؤن سے پانچ میل تک زمین کھودنے سے دیوارون
کی بنیادین ملتی ہین، یہ بنیادین عموماً مٹی اور اینٹون کی ہین، چونکہ اس وقت تک کوئی عمارت یا کوئی
دیوار کی بنیاد پتھر کی نہین ملی، اس لئے قیاس کیا جاتا ہے، کہ اس عہد مین کاٹھیاواڑ مین پتھر کی عمارت
کا رواج نہ تھا،

فصیل شہر | اس شہر کی فصیل جیسا کہ اوپر بیان ہوا بقول چینی سیاح ایک میل کی تھی جس کی بنیاد کی
دیوارین ۱۲ فٹ چوڑی تھین، یہ دیوارین مٹی اور پکی اینٹون سے تیار کی گئی تھین اینٹ کا طول ۱۷ سوا
اور عرض دس انچ اور موٹائی تین انچ کی تھی فصیل کے چارون طرف خندق تھی، جو اس قدر گہری تھی کہ پانی
نکل آیا تھا اس خندق کی صورت جو گرداگرد تھی، بالکل انسان کے کان جیسی تھی، [1]

ولبھی سن | دیراول مین "ہرسدماتا" کے دیول مین جو کتبہ پایا گیا ہے، اس مین مندرجۂ ذیل سنین دئے گئے ہین
۱۳۲۰ سنہ بکرمی، ۹۴۵ ولبھی ۱۵۱ سنہ سین اس سے معلوم ہوا کہ ولبھی سنہ ۳۱۹ء سے شروع ہوا
اور یہی سنہ گپت کا بھی ہے، جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، کہ ولبھی سنہ کے بانیون نے گپت سنہ
کو اختیار کرلیا، اور اس کے آخر مین فقط "ولبھی" بڑھا دیا، ابوریحان بیرونی کی بھی یہی رائے ہے، کہ ولبھی اور گپت
دونون کا سنہ ایک ہی ہے، اور جس طرح موجودہ حکومت ہند فقط اپنا عیسوی سنہ استعمال کرتی ہے، مگر مختلف
باشندگان ہند اپنا اپنا مختلف سنہ بکرمی، فصلی، اور ہجری وغیرہ استعمال کرتے ہین، اسی طرح اُس عہد مین
رعایا فقط گپت کا سنہ ہی بعض دفعہ استعمال مین لاتی تھی، جیسا کہ موربی کے کتبہ (جیک دیکا امرت) سے معلوم

[1] تاریخ ہند ج ۲ صفحہ ۱۰۰ علی گڈھ۔

ہوتا ہے اس پر سنہ گپت درج ہے اور یہ معلوم ہے کہ اس سنہ مین ولبھی تھے گپت فرمانروا نہ تھے،

آبادی واقتصادی حالت | اس شہر کی آبادی کے متعلق یقینی طور پر ہم کچھ نہین کہہ سکتے بجز اس کے کہ ایک بڑے شہر ہونے کے
سبب سے آبادی بھی بہت بڑی ہوگی، اور شہر کے جو آثار چار پانچ میل تک ملتے ہین، اسی سے
قیاس کیا جا سکتا ہو کہ جو شہر چار میل تک آباد تھا، اس کی آبادی کی تعداد کیا ہوگی، اس کی تائید ہونگ شیانگ
کے سفرنامہ سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتا ہے کہ "باشندون کی کثرت ہے، پھر امرا کی تعداد سیکڑون بتلاتا ہو، ورسون خانقاہون
اور معابد کا بھی یہی حال ہے، واعظین کا شمار ہزارون تک تھا ظاہر ہے کہ ہزارون واعظین کسی شہر مین اُسی وقت ہو سکتے
ہین جب کہ ان کے وعظ سننے والے لاکھون ہونگے اس لئے مندرجۂ بالا امور کو مدنظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہین کہ اس
شہر مین لاکھون کی آبادی ہوگی، اس شہر کی اقتصادی حالت بہت اچھی تھی، ہونگ شیانگ سے لیکر آخری عرب
سیاح تک اسکی دولت مندی کے مداح ہین، تجارت کی بھی بڑی گرم بازاری تھی، تمام بندرگاہین تجارتی مالون سے
بھرپور، دیوپٹن، کھمبائت، بھروچ، چیمور، سوپارہ، سندان، تھانہ، بڑے بڑے بندرگاہ تھے، چینی سیاح لکھتا ہو کہ
دور دور کی دولت یہان جمع ہونے کے لئے آتی ہے، چینی سیاح کا یہ بھی بیان ہے، کہ اس شہر مین مالدار خاندان بہت
ہین ایک سو سے زیادہ کروڑپتی رہتے ہین،

حکران کے حالات | افسوس ہے کہ ہمارے ہندوستانی بھائیون کی بدمذاقی سے اس عظیم الشان قوم کے حالات کسی
تاریخ سے دستیاب نہین ہو سکتے ان کے حالات معلوم کرنے کا واحد ذریعہ صرف آثار ہین یعنی سکے اور وہ کتبے جو مختلف
مقامات سے حاصل کئے گئے ہین، ان کتبون سے بڑے قیمتی معلومات حاصل ہوئے یہ کتبات عموماً تانبے کے ہین، جو بعض فرامین
کی حیثیت رکھتے ہین، ان کو گجرات مین "تامرپتر" کہتے ہین، ان کے دو ٹکڑے ہوتے ہین، اور کڑی کے ذریعہ سے جڑے ہوتے
ہین، کڑی کے پاس راجہ کا سکہ جیسا ہوتا ہے، جسمین "نندی" کی تصویر ہوتی ہے "نندی" ہندؤن کے ہان "شنکر"
کے بیل کا نام ہے، نندی بیل کے نیچے "بھٹارک" کا نام بانی ولبھی پور کی حیثیت سے لکھا ہوتا ہے، اس مین جو تحریر ہوتی
ہے وہ سنسکرت نثر مین ہوتی ہے، ان فرامین مین مندرجۂ ذیل نام خصوصیت سے ہوتے ہین، خیرات دینے والے کا نام

خیرات لینے والے کا نام، جو چیز دی گئی ہو، اس کا نام، محرر کا نام، سفارش کرنیوالے کا نام جس جگہ یہ فرمان صادر کیا گیا ہو اُس جگہ کا نام، راجہ کا پورا سلسلۂ نسب، مکان یا جائداد اگر دی گئی ہو، تو اس کے حدود اربعہ، سنہ، ماہ، دن، آخر مین بادشاہ کا لقب اور اوسکا دستخط، ایسے تامر پتر جن پر راجہ کا پورا سلسلۂ نسب نامہ لکھا ہو وہ صرف چند راجاؤن کے ہین، باقی پر ان کا تنہا نام ہوتا تھا، اس وقت تک بیس راجاؤن کے نام ملے ہین، ان مین سے سنہ ۵۲۶ء مین "دھروسین" "دھرسین" نامی جو راجہ تھا، اس کا لقب "پرم بھاگوت" تھا، اور اوس کے بھائی کا لقب "پرم دتیہ بھگت" تھا، راجہ "گوہ سین" کا لقب "پرم پاسک" ہوا، اس کے بعد بعض راجاؤن کا لقب "پرم ماہیشور" ملتا ہی، شلادت چہارم کا لقب "باپ پاد انودھیات" لکھا ہوا ملا ہی، جو غالباً گرو (مرشد) کا چیلا ہونے کے سبب رکھا گیا ہوگا، بھٹارک جو اس سلطنت کا بانی ہے، اس نے سنہ ۵۰۹ء سے سنہ ۵۲۰ء تک حکومت کی، اوس کے تیسرے لڑکے "دھروسین اول" کے تین کتبے ملے ہین، اول کتبہ سنہ ۵۲۶ء کا ہے اور دوسرے کتبہ پر سنہ ۵۲۹ء لکھا ہی اور آخری کتبہ سنہ ۵۳۵ء کا ملا ہی، اس سے اس قدر تو معلوم ہوا کہ سنہ ۵۳۵ء تک تو وہ یقیناً حکمران رہا،

گوہ سین :- اس راجہ کے متعدد کتبے دستیاب ہوئے ہین، بعض مقام "ولا"، اور بعض "بھاؤنگر" سے ایک کتبہ پر سنہ ۵۵۹ء گپت اور دوسرے پر سنہ ۵۶۵ء گپت درج ہے، بھاؤنگر کے کتبہ پر سنہ ۵۶۷ء لکھا ہوا ہے، مٹی کے برتن پر جو تحریر ہے اس مین سنہ ۵۶۶ء ہے، یہ راجہ اس خاندان مین نہایت مدبر گذرا ہے، اس کے بعد کے راجاؤن کا نسب اسی گوہ سین سے شروع کیا جاتا ہی، اغلباً راجپوتانہ اور کاٹھیاواڑ مین گوہیل وغیرہ راجپوت اسی خاندان سے ہین، اس کے نام کے ساتھ لفظ "مہاراجا" کا ہوتا ہے ایک کتبہ مین اس کا لقب "پرم ماہیشور" ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک یہ شیو مذہب رکھتا تھا، مگر دوسرے کتبہ مین اس کا لقب "پرم اپاسک" ہے، جو اس بات کی دلیل ہے، کہ پھر وہ بودھ مت کا پیرو گیا، اس کی پھوپھی زاد بہن نے ایک بودھ مٹھ بنایا تھا، خود اس راجہ نے بھی بہت سے خیرات کئے ہین:-

دھرسین دوم :- سنہ ۵۶۹ء تا ۵۸۹ء اس عہد کے پانچ کتبے ملے ہین، ان مین سے تین پر سنہ ۵۷۱ء اور چوتھے

کے اوپر سنہ ۵۸۸ء اور آخری پر سنہ ۵۸۹ء (۲۷۰ گ) لکھا ہے، تین پہلے کتبے مین اس کو "مہاراجہ" اور چوتھے مین "مہاسامنت" لکھا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر مین کسی دوسرے راجہ کے ماتحت ہو گیا تھا، اس کا لقب چونکہ "پرم ماہیشور" ہی، اس لئے سمجھا جاتا ہی کہ یہ "شیو" کا ماننے والا تھا،

شلادت اول :- سنہ ۵۹۴ء تا ۶۰۹ء تک، اس کا دوسرا نام دھرمادت ہے، تامر پتر سے اس کا شیو ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن بودھ دھرم والون کو خیرات بہت دیا ہے اس لئے قیاس کیا جاتا ہے، کہ بودھ والون کی بہت عزت کرتا تھا، آخر مین اس نے اپنے جانشین کے لئے تخت خالی کر دیا، اور خود مرتاض بن کر عبادت الٰہی مین مشغول ہو گیا،

کھرگرہ اول :- کتبہ سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو شلادت اول نے اپنے سامنے ہی تخت نشین کرایا، اس کا زمانہ سنہ ۶۱۵ء ہے،

دھرسین سوم :- کا زمانہ سنہ ۶۱۵ء تا ۶۲۰ء تک ہے، افسوس ہے، کہ اس کا کچھ حال معلوم نہین ہوسکا،

دھروسین دوم :- (سنہ ۶۲۰ء تا ۶۴۰ء) یہ دھرسین سوم کا بھائی ہے اس کا دوسرا نام "بالادت" ہے اسی کے عہد مین چینی سیاح ہانگ شیانگ چین سے ولبھی پور آیا ہے، بعض تامر پتر سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس نے بڑے فتوحات حاصل کئے اور سلطنت کو بڑی وسعت دی، لیکن جو تامر پتر نوساری سے دستیاب ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہی، کہ قنوج کے راجہ ہرش نے سنہ ۶۴۸ء مین اس کو شکست دی تھی، اس وقت بھروچ کے راجہ "ددّ" نے جو دوسرا راجہ تھا، اوس کی مدد کی تھی، یہ کتبہ بھروچ کے تیسرے راجہ "جے بھٹ"[1] (سنہ ۷۰۶ء) کے عہد کا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شاید یہی بھروچ کا راجہ ہوگا، جس نے بیچ مین پڑ کر صلح کرائی اور پھر راجہ قنوج کی لڑکی سے شادی کرائی جیسا کہ چینی سیاح نے لکھا ہے، کہ یہان چھتری (کشتری) راجپوت راج کرتے ہین، مالوہ کے شلادت کا بھتیجا پہلے راج کرتا تھا، اب شلادت راجہ قنوج کا داماد ہے،

[1] چینی سیاح نے اس کا نام "دیرو بھٹ" لکھا ہے صفحہ ۸۰ مطبوعہ لاہور،

بعض تاریخوں میں ہے کہ چھٹی صدی کے آخر میں سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے، ایک کا وبھی پور اور دوسرے کا بھرو پچ پایہ تخت تھا، اس کتبہ سے جو نوساری میں ملا ہے، اس کی تائید ہوئی غالبًا یہ تفریق دھرسین دوم کے آخر عہد میں ہوئی، پہلے راجہ کا نام "ددا اول" (سنہ ۵۸۵ء) اور دوسرا "جے بھٹ" (سنہ ۶۰۵ء) اور کتبہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بعد کے راجہ کا نام "ددا دوم" (بھٹ) ہے، اور پھر "جے بھٹ دوم" بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ "ددا" سوم (سنہ ۶۵۵ء) اس وقت تک ہندو مذہب میں داخل نہیں ہوا تھا، بعد کو برہمنوں نے اسکو کشتری دھرم میں داخل کر کے اپنے مذہب میں شامل کیا۔[1]

دھرسین چہارم:- سنہ ۶۴۹ء کا جو کتبہ ملا ہے، اس پر اس کا نام "پرم بھٹارک مہاراج ادھیراج چکرورتی" درج ہے: اس لقب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوی زبردست راجہ تھا، جو نہ صرف خود آزاد تھا بلکہ بڑے وسیع فتوحات کے ذریعہ اس وسیع ملک کا شہنشاہ بن گیا تھا، اور غالبًا اسکے بعد پھر کوئی اس قدر طاقتور راجہ نہ ہوا کیونکہ اور کسی کتبہ میں "چکرورتی" کا لفظ نہیں ملتا ہے، اس کے دو کتبے اور ملے ہیں اول پر سنہ ۶۴۵ء اور دوسرے پر سنہ ۶۴۹ء مرقوم ہے،

دھروسین دوم:- (سنہ ۶۵۵ء) دھرسین چہارم کے باپ (دھروسین دوم) کا چچا (شلادت اول) کے لڑکے ویربھٹ کا یہ راجہ بیٹا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ولبھی نہ تھا یعنی ولبھی میں اس کے باپ کی سلطنت نہ تھی، بلکہ جنوب (بھروچ) کی طرف کوئی چھوٹا راجہ تھا جو موقع پاکر ولبھی تخت پر قابض ہو گیا، نوانگر راج میں ایک گاؤں دان دیا ہے، اس کے تام پتر پر سنہ ۶۵۱ء ہے،

کھر گرہ دوم:- (سنہ ۶۵۶ء) اس وقت تک اس کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا، صرف بعض کتبے ایسے ملے ہیں، جس میں اسبق راجاؤں کا نام معمولی طرح سے کندہ ہے، جس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ غالبًا اس نے ان سے سلطنت چھین کر لی ہو،

[1] تاریخ گجرات صفحہ مطبوعہ لاہور،

شلادت سوم:- (سنہ ۶۶۶ء) کھر گرہ دوم کے بھائی شلادت دوم کا لڑکا ہے، جو غالبًا وندھیاچل کا سرحدی حاکم تھا، ان کے تین کتبے ملے ہیں، دو پر سنہ ۶۶۵ء اور تیسرے پر سنہ ۶۷۱ء مرقوم ہے، اس کا لقب "پرم بھٹارک مہاراجہ دھیراج پرمیشور" ہے اس کے بعد والے راجاؤں نے بھی اس لقب کو اختیار کیا ہے،

شلادت چہارم:- (سنہ ۶۹۱ء) اسی سنہ کا ایک کتبہ ملا ہے، جس سے اسقدر معلوم ہوا کہ اس کے لڑکے کا نام کھر گرہ تھا،

شلادت پنجم:- (سنہ ۷۲۲ء) گونڈل میں دو کتبے ملے ہیں، آئین یہ سنہ مذکور ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے لڑکے شلادت کی سفارش سے یہ دان دیا جا رہا ہے،

شلادت ششم:- سنہ ۷۶۰ء میں کسی کو دان دیا ہے، یہ ایک کتبہ سے پتہ چلا ہے،

شلادت ہفتم:- سنہ ۷۶۶ء کا ایک کتبہ ملا ہے،

ولبھی عہد کے عہدہ دار

اس عہد میں جس قدر عہدہ دار ہوتے تھے، ان سب کا نام بتانا ناممکن ہے، لیکن کتبات کے ذریعہ سے جن عہدوں کے نام ملے ہیں، اور ان کے جو معانی سمجھے گئے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں،

نام عہدہ	معانی
۱- دران مک	کوتوال
۲- دہتر	پٹیل
۳- چاٹ بھٹ	حوالدار
۴- دھرود	تلاثی (پٹواری)
۵- آدھی کرنیک	قاضی
۶- ڈنڈپاشک	پولیس کا افسر اعلیٰ۔

نام عہدہ	معانی
۷- چوروودھرنک	کھوجی (نقش قدم کے ذریعہ چور تلاش کرنے والا) یہ عہدہ، پنجاب، سندھ، راجپوتانہ مین اسوقت بھی موجود ہے
۸- راج استھانیہ	وزیر خارجہ،
۹- اماتیہ	وزیر (یہ عہدہ عموماً ولی عہد کو ملتا تھا)
۱۰- الوت پنادان سمدگراہک	بقایا مالگذاری وصول کرنے والا عملہ،
۱۱- شول کک	مال کا محصول لینے والا عملہ،
۱۲- بھوگک (یا) بھوگدرنک	زمین کے پیداوار کا محصول لینے والا (تحصیلدار)
۱۳- وتم پال	تھانے دار
۱۴- پرتی ہرک	گاؤن کا چوکی دار،
۱۵- راسٹرپتی	کمشنر
۱۶- گرام کت	گاؤن کا مکھی
۱۷- دوی پتی	چیف سکریٹری
۱۸- پرماتری	پیمایش کا افسر

ملکی تقسیم کس طرح تھی، اس عہد مین ملک کے چار حصے تھے،

(۱) وے شے	صوبہ
(۲) آہار	ضلع
(۳) پتھک	تحصیل
(۴) استھلی	ٹپو (غالباً تحصیل سے چھوٹا حصہ)

زراعتی محصول

سلطنت کے دو حصے تھے، (۱) شمالی یعنی کاٹھیاواڑ وغیرہ (۲) جنوبی یعنی کھیڑا بھروچ وغیرہ ان دونون مقامون مین محصول کی ادائی کا طریقہ علیحدہ علیحدہ تھا، کھیڑا یعنی جنوبی حصے مین کل پیداوار مین حصہ لیا جاتا تھا، لیکن کاٹھیاواڑ مین یہ طریقہ رائج نہ تھا، بلکہ پیمایش زمین کے حساب سے وصول کیا جاتا اور پیمایش قدم سے کرتے تھے، اور ان معاملات مین وزن کا طریقہ رائج نہ تھا، بلکہ ڈکریون سے ناپ کر دیتے تھے، جیسا کہ آج بھی برما مین رائج ہے، کھیتون کا نام عموماً کسی تالاب یا درخت یا دیو پر رکھتے تھے،

ولبھی راجاؤن کا مذہب

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ ولبھی دراصل گوجرون کی شاخ ہین، اور گوجرون کا اصل مذہب سورج پرستی ہے، ایران مین بھی یہ مہر یعنی سورج کے پوجاری تھے، یہ لوگ جب ہندستان پہنچے، تو ان کے سامنے مفتوح قوم کے متعدد مذہب تھے، اول برہمنی مذہب (شیو اور وشنو کے ماننے والے) دوم بودھ مذہب، سوم جینی، اول برہمنون کا تمام ہندوستان پر راج رہا، پھر بودھ کے بعد اشوک نے تمام ہندوستان مین بودھ دھرم قائم کیا، اور ہندوستان کی ایک بڑی مخلوق بودھ ہوگئی، لیکن پھر جب کمارل نے بودھون کو ہر جگہ سے نکالنا شروع کیا، پس جس وقت گوجر یہان پہنچے، تو اکثر مقامات کے فرمان روا تو عموماً برہمنی مذہب کے تھے، مگر عام رعایا بودھ مذہب کی تھی، یہ حالت خصوصاً گجرات، کاٹھیاواڑ اور سندھ کی تھی، اور مسلمانون کے آنے تک بھی یہی حالت رہی، اور جین مذہب اس ملک مین تیسرے نمبر پر تھا، جب بودھ فنا ہوگئے، تو جین مت نے اس کی جگہ لے لی، جب گوجر یہان آئے تو ہر مذہب نے ان کو اپنے مین جذب کرنا چاہا، چنانچہ کچھ بودھ ہوگئے، اور کچھ شیو، مگر اس جنگجو قوم کے لئے جو حاکمانہ اقتدار بھی رکھنا چاہتی تھی، بودھ مذہب مناسب نہ پڑا، اس لئے شیو مذہب کی طرف مائل ہوئے، چنانچہ ولبھی راجاؤن مین بھٹارک پہلا شخص ہے، جو "شیو" ہوگیا، اور اسی لئے ہم دیکھتے ہین کہ کئی پشت تک ہر کتبہ پر بھٹارک کے نام اور تصویر کے ساتھ نندی بیل کی تصویر موجود رہتی ہے، برہمنون نے آبو پہاڑ پر اگنی دیوتا بھڑ کا کر ان گوجرون کو کس طرح

پوتر کرکے کشتری راجپوت بنا کر "شیو" مین داخل کیا، یہ گوجرون کی تاریخ پڑھنے سے واضح ہوتا ہے، بھروپ کا گوجرا بوددھ سوم "شششہ" نے تبلایا ہے، کہ کس طرح برہمن گوجرون کو کشتری راجپوت بنا کر اس کا سلسلہ نسب پران سے ملا کر ایک سند دیتے تھے، اور وہ خود بھی کس طرح اس پر عامل ہوا، غرض جن لوگون نے اس عہد مین تبدیل مذہب کرکے برہمنون کا ساتھ دیا، وہ راجپوت کہلانے لگے، اور جن لوگون نے برہمنون سے علٰحدگی اختیار کی، وہ آج تک گوجر کہلاتے ہین، جیسا کہ گجرات اور پنجاب مین اب بھی یہ لوگ اس نام سے پکارے جاتے ہین، گو ہرش سے پہلے بہت مارک خاندان سبا سی مذہب کے پرستار رہے، مگر مورخین اس بات پر متفق ہین کہ گوہ سین بودھ مذہب کا پابند تھا،

گو دو نام پر پڑا سکا وہ لقب ہے جو شیو مذہب کے راجہ رکھتے تھے اور آخری کتبہ پر وہ لقب ہے، جو بودھ مذہب والے رکھتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ ابتدا مین وہ اپنے آبائی مذہب پر تھے، لیکن بودھ مذہب والون نے جو ابتدا سے تبدیل مذہب کی کوشش مین لگے ہوئے تھے، اس پر ایسا اثر ڈالا، کہ آخر مین بودھ ہوگیا، غالباً محل مین بھی اکثر عورتین بودھ تھین، چنانچہ گوہ سین کی پھوپھی زاد بہن بھی بودھ تھی، اس نے متعدد بودھ مٹھ بنائے اور بہت خیرات دی، اس کے بعد سے اس خاندان مین مذہب کے لئے ایسی ہی کشمکش شروع ہوئی جیسی قیاصرہ روم مین عیسائیت کے لئے، اور چنگیز خان کی اولاد مین اسلام کے لئے، چنانچہ کچھ شیو ہوئے اور کچھ بودھ، ولبھی راجے شیو ہون یا بودھ، لیکن نہایت مخیر ہوتے تھے، اونھون نے برہمنون اور بودھون کو یکسان بڑی بڑی خیراتین دین، اُن مین سے جو راجہ شیو تھے، وہ زیادہ تر "لکولیش" فرقے کے تھے، اس فرقہ کا سب سے بڑا مندر "کاروِن" تن نربدا کے پاس تھا، غالباً اسی سبب سے شیو دھرم کے لوگ نربدا ندی کو متبرک سمجھتے ہین، شیو کی ایک شاخ "پاشوپت" ہے اس مذہب کی خاص خصوصیت یہ ہے، کہ مذہب کے واسطے ہر وقت جنگ (جہاد) کرنے کو مجاہدین کا ایک فرقہ تیار رہتا تھا، ایسے مجاہدین شادی نہین کرتے تھے، اور بڑی محتاط زندگی بسر کرنے کے باعث نہایت طویل عمرین پاتے، اور توانا و تندرست رہتے (بجا مین اتہاس فصل ولبھی پور)

راجہ اکثر اس مذہب کو صرف اس لئے اختیار کر لیتے تھے، کہ فوج کیلئے بہترین سپاہی ان کو مل جاتے تھے،

چینی سیاح ہونگ شیانگ چین ولبھی پور آیا ہے، تو مذہبی اعتبار سے بھی یہ شہر بڑا پر رونق تھا، یہان ایک سو سے زیادہ بودھون کی خانقاہین (وہار) تھین، اور چھ ہزار سے بھی زیادہ اس مذہب کے واعظ (سادھو) تھے، جو مقدس کتابون کا دن رات مطالعہ کیا کرتے تھے، یہ لوگ زیادہ تر بودھ کے "ہی نیانہ" فرقے کے تھے، اور دیوتاؤن کے کئی سو معابد بھی یہان موجود تھے، پھر لکھتا ہے، کہ جب آدمی کہ دنیا مین بودھ تھا، تو وہ اکثر اس ملک مین آیا کرتا تھا، جن درختون کے نیچے وہ یہان آکر بیٹھا کرتا تھا، ان کے پاس راجہ اشوک نے بطور یادگار "اسٹوپ" بنوایا ہے، جن سے بودھ کے بیٹھنے کی جگہ معلوم ہوتی ہے، اس قسم کے اسٹوپ آج بھی بودھون کے برھما مین بکثرت ہین، جن کی تعمیر بہت ٹھوس اور پائدار ہے،

سیاح مذکور یہ بھی لکھتا ہے، کہ یہان اہل بدعت بہت ہین، اس سے غالباً اس کی مراد یا تو وہ لوگ ہین جو بودھ تو ہین مگر اُن کا تعلق بودھون کے دوسرے فرقون سے ہے، اور سیاح مذکور کے ہم خیال فرقہ کے تبع نہین ہین یا اس سے مراد وہ غیر مذاہب کے پیرو ہین، جو بودھ مذہب کے مخالف ہین، اور انکی شناخت کے لئے لکھا ہے کہ وہ بدن پر بھبوت ملتے ہین، غالباً اس سے مراد ہند و سادھو ہین"

چنگیز خان

تاتاریون کے پہلے باقاعدہ فرمانروا چنگیز خان کے حالات اور کارنامون پر ہیرلڈ لیمب کی دلچسپ و محققانہ کتاب کا اردو ترجمہ مصنف نے اس مین تاتاری، فرنگی، عربی و فارسی ماخذون سے اس عجیب و غریب بادشاہ کے حالات مرتب کئے ہین، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیونکر دنیائے اسلام پر چھا جانے کا مستحق ہو سکا، ترجمہ کی خوبی اور صحت کے لئے مولوی شیخ عنایت اللہ صاحب بی اے ناظم دارالترجمہ عثمانیہ کا نام کافی ضمانت ہے، معارف پریس کی بہترین لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ ضخامت ۳۴۲ صفحے قیمت ۱۲/ "منیجر"

ایک قدیم دکھنی شعر

از

مولانا عبدالسلام صاحب ندوی،

قدیم دکھنی زبان مین اردو کا ایک شعر یہ ہے،

کن دھر کہون، کان جاون مین مجھ دل پہ بہل بجھرات ہی

ایک بات کے ہون گے سجن یہان جیو بارہ مات ہی

یہ شعر شعر الہند حصہ اول کے صفحہ ۴۴ مین انہی الفاظ کے ساتھ نقل ہوا ہے، اور شعر الہند کی تصنیف کے وقت جو تذکرے پیش نظر تھے، وہ سب اس وقت موجود نہین اس لئے یہ نہین کہا جا سکتا کہ کس تذکرے سے نقل ہوا ہی لیکن جو تذکرے دار المصنفین کے کتبخانے مین موجود ہین، ان مین یہ شعر مختلف الفاظ مین منقول ہی، تذکرہ گلشن ہند مین یہ شعر غیر یقینی طور پر ابو الحسن تانا شاہ کی طرف منسوب کیا گیا ہی، اور ان الفاظ مین نقل ہوا ہی:-

کس در کہون، جاون کہان، مجھ دل پہ بہل بجھراٹ ہے،

اک بات کے ہون گے سجن، یہان جی ہی بارہ باٹ ہے[1]

میر حسن نے اپنے تذکرے مین اس شعر کو ان الفاظ مین نقل کیا ہی،

کس دہر کہون، کان جاون مین مجھ دل پہ پہل بجھرات ہی،

ایک بات کے ہونگے سجن، یہان جیو بارہ بات ہی[2]

لیکن قائم نے اس شعر کو عبد اللہ قطب شاہ کی طرف منسوب کیا ہی اور ان الفاظ مین نقل کیا ہی:

کس در کہون، کان جاون مین مجھ دل پہ کٹھن بجھراٹ ہے،

یک باٹ کے ہون گے سجن یہان جیو بارہ باٹ ہے[1]

ان تذکرون کے علاوہ میر، قدرت اور شفیق کے تذکرے بھی دار المصنفین کے کتبخانہ مین موجود ہین، مگر ان مین غالباً یہ شعر منقول نہین ہی، لیکن بہر حال شعر کسی کا ہو اور کتنے ہی مختلف الفاظ مین نقل کیا گیا ہو، اسکے نقل کرنے سے ان تذکرہ نویسون کو صرف ابتدائی زبان اردو اور ابتدائی رنگ تغزل کا نمونہ دکھانا مقصود تھا، اس لئے کسی نے اس کے الفاظ و معانی کی تحقیق نہین کی اور شعر الہند مین بھی یہ شعر اسی حیثیت سے نقل کر دیا گیا لیکن خوش قسمتی سے شعر الہند بعض یونیورسٹیون کے نصاب تعلیم مین داخل ہو گئی، اور درس و تدریس کی وجہ سے طلبہ کو اوسکے اشعار کے مطالب سمجھانے کی ضرورت پیش آئی اور اس حیثیت سے یہ شعر بھی معرض بحث مین آیا، اور اوسکے معنی و مطالب کے سمجھنے مین اختلافات پیدا ہو گئے، افسوس ہے کہ مجھے یہ مختلف معانی و مطالب معلوم نہ ہو سکے تاہم اصل شعر کا مطلب غور طلب ہی، اور جہان تک مینے غور کیا ہی شعر الہند مین یہ شعر جس تذکرے سے نقل کیا گیا ہی، وہ بالکل غلط ہی کیونکہ دوسرے مصرع مین "بات اور بارہ مات" کے الفاظ بالکل بے معنی ہین اس لئے پہلے مصرعے کا کا قافیہ "بجھرات" بھی غلط ہی،

میر حسن کے نسخے کا بھی یہی حال ہی، اور انھون نے مزید غلطی یہ کی ہی کہ "بہل" کو "پہل" لکھا ہی، لیکن غالباً یہ دو نقطے کاتب کی غلط نویسی سے بڑھ گئے ہین،

تذکرہ گلشن ہند مین اوتمام الفاظ صحیح طور پر نقل کئے گئے ہین لیکن اس فقرے مین "اک بات کے ہون گے سجن" بات کا لفظ غلط اور بے معنی ہی،

البتہ قائم نے جو شعر نقل کیا، وہ بالکل صحیح ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھکو جو الجھن یا اضطراب

[1] تذکرہ مذکور صفحہ ۹۶ [2] تذکرہ مذکور صفحہ ۲۰

[1] تذکرہ مذکور صفحہ ۴۴،

اوسکو کس جگہ کہون اور کہان جاؤن، کیونکہ میرا معشوق تو صرف ایک راستے سے گیا ہی، لیکن میرا جی سخت انتشار مین ہی
اور اس مطلب کے، "دت باٹ" راستے کے معنی مین ہی، اور جیو کے بارہ باٹ ہونے یعنی بارہ رستے پر پڑ جانے کے معنی انتشار کے
ہین، جو ایک استعارہ ہی، اور "یک باٹ کے ہونگے سجن" مین "کے" "گئے" ہین، کیونکہ قدیم رسم الخط مین "گ" کو صرف ایک
ہی مرکز سے لکھتے تھے اور معروف کو مجہول پڑھتے تھے، جیسے "کوئی" "کو" "کوی"، البتہ "بجھراٹ" کا لفظ بعض سنسکرت دانون
کے نزدیک "بجھاو" سے مشتق ہے، جسکے معنی الجھنے یا پھنسنے کے ہین، بعض لوگ اسکو "بچھراٹ" پڑھتے ہین، جسکے معنی
بچھڑنے یعنی لوٹنے، تڑپنے اور بچھاڑ کھانے اور گرنے کے ہین، لیکن یہ بھی ممکن ہو، کہ یہ لفظ کھراٹ ہو جس کے معنی دشواری
اور مشکل کے ہین، بہر حال جو کچھ بھی ہو، اس شعر مین شاعر نے اپنے قلق، اضطراب، بے چینی، الجھن اور پریشان خیالی
کا اظہار کیا ہے، اور شعر صحت تلفظ اور سنسکرت و بھاشا کے الفاظ کے ترجمہ و مطلب کے ساتھ حسب
ذیل ہے،

کس در کہون، کان جاؤن مین، مجھ دل پہ کٹھن بجھراٹ ہی،
(جگہ، کہان، سخت، عقدہ)
یک باٹ کئے ہونگے سجن، یہان جیو بارہ باٹ ہے،
(راستہ، گئے، معشوق، جی، بارہ راستہ)

یعنی اپنے دل کی الجھن، اضطراب، دشواری کا حال کس جگہ کہون اور کہان جاؤن، میرا معشوق تو
صرف ایک راستے سے گیا ہی، لیکن میرا دل بہت سے راستون مین بھٹکتا پھرتا ہے یعنی منتشر ہے،

المامون

یعنی خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہد سلطنت کے حالات مولانا شبلی مرحوم کی یہ پہلی تصنیف ہے، جسمین
ممدوح نے تاریخ اسلام کے پر فخر عہد کے سیاسی، علمی، مذہبی، اخلاقی، تمدنی حالات قلمبند کئے ہین جن سے دولت
عباسیہ کے عروج و کمال کے زمانہ کا مرقع آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے، اب تک اس کے بازاری نسخے عام طریقے
سے فروخت ہوتے تھے اب مطبع معارف نے خاص اہتمام سے طبع کراکے شائع کیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی بہترین ہے،
ضخامت ۲۰۰ صفحے، قیمت عار روپیہ،

نواحِ علی گڈہ مین بابر کے آثار

از

پروفیسر ہارون خان شروانی صدر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ

آج کل ارباب علم و فضل کے حلقون مین قصبہ بلکھنہ ضلع علیگڈھ مولینا لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق
مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد دکن کا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے معروف ہے، لیکن ایسے بہت کم اہل ذوق ہونگے،
جنھین اس کا علم ہو کہ اس مین بابر اور ہمایون کے زمانے کے آثار اس وقت نہایت اچھی حالت مین موجود ہین، اسکی
طرف میری توجہ عالی جناب نواب صدر یار جنگ بہادر نے مبذول فرمائی، چنانچہ ان کے پسر خورد برادرم مسعود الرحمن
صاحب اور اپنے ابن عم برادرم خان بہادر مونس خانصاحب کو ساتھ لے کر مین اونکی زیارت کو گیا، وہان پہنچکر تو
[illegible]ہین محل لئین، بلکھنہ دراصل فیل خانہ یا پیل خانہ تھا اور اس مین بادشاہان دہلی کے ہاتھی رہا کرتے تھے، یہ نواح تاریخی
اعتبار سے بھی اہم ہی اسلئے کہ جلالی جسکا ذکر سفرنامہ ابن بطوطہ مین ہے یہان سے دو تین میل سے زیادہ نہین اور اندازہ لگایا
گیا ہی کہ ابن بطوطہ کا "کوشک سلطانی" شاید اسی ٹیلے کے نیچے دفن ہی، جو بلکھنہ سے چند میل کالی ندی کے دوسرے
کنارے پر سعد آباد اور بہرام پور کے قریب واقع ہے، بہر حال بلکھنہ کی جامع مسجد کو ہند و پٹھان تعمیر کاری کا تقریباً
مکمل نمونہ سمجھنا چاہئے، اسلئے کہ خاص مسجد مین محراب کا نشان نہین، بلکہ مسجد قوت الاسلام دہلی کے بعض درون
اور قلعہ دولت آباد دکن کی جامع مسجد کی طرح دروازے پتھر کے سرلون سے بنائے گئے ہین، اور ستونون مین ہندو
اثر صاف نمایان ہے، یہان تک کہ بعض ستونون مین تو بودھ طرز کے محرابون کی بنت کی ہوئی ہے، ویسے تعمیر مین جو
بھی محرابین ہین، وہ صدر دروازے مین ہین اور ان پر بھی بجائے مغل طرز کے پٹھان اثر نمایان ہی، صدر دروازے پر حسب
ذیل کتبہ لکھا ہوا ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

عجلوا الصلوٰۃ قبل الفوت　　وعجلوا التوبۃ قبل الموت

کرد این مسجد بنا چو کعبۂ ملجائے عام　　اشرف الاشراف گھوڑن بن محمد بن سلام

سال ہجرت بود نو صد و سی پنج اندر شمار　　نوبت ظہیر الدین محمد بابر غازی کرام

یہ شیخ گھورن دراصل بادشاہی فیل خانے کے داروغہ تھے، اور ان کی اولاد اس وقت تک آگرہ میں زمیندار ہے،

اس مسجد سے شمال و مغرب کی طرف تھوڑی دور اس کا گنبد ہے، جو آج کل شاید امام باڑے کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اور جو کسی زمانے میں شاید فیل خانے کا کنوان تھا، جو اب اٹ گیا ہے، اسکی محرابوں سے "عربی" یا "مغل" طرز نمایان ہوتی ہے، اس پر حسب ذیل کتبہ ہے، :-

مرتب شد این چاہ در عہد شاہ،

محمد ہمایون بادشاہ

بنا شیخ محمود، اہل انام

پسر شیخ گھورن ....

بتاریخ نہ صد و سی و .... بود

شد اتمام این چہ ....

اس گنبد کے بالکل محاذ میں شیخ گھورن یا گھوڑن کی حویلی کے باقیات ہیں، جن کی محرابیں نہایت خوبصورت اور قابل دید ہیں،

جہاں تک مجھے علم ہے بابری آثار عنقا ہیں اور تعجب ہے کہ سرکاری محکمۂ اثریات نے اس طرف اسوقت تک توجہ نہیں کی ہے،

تلخیص تبصرہ

فرقۂ علی الہیٰ

امریکہ کے عیسائی رسالہ مسلم ورلڈ اپریل ۱۹۳۲ء میں ایران کے علی الہی فرقہ پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

"ایران کی سرزمین بدعت و زندقہ کے نشو و نما کے لئے بہت موافق ہے، یہ ملک شیعی اسلام کا جو صحیح مذہب اسلام کی ایک بڑی بدعت ہی، خاص مرکز ہے لیکن شیعی اسلام خود بدعتی فرقوں سے پر ہے، ان فرقوں میں بہائی اور بابی فرقے مختلف اقسام کے صوفیہ، اور ہر طرح کے درویشوں کے گروہ شامل ہیں"

لیکن جو فرقہ اسلام سے اس درجہ مختلف ہے کہ بدعت کہلانیکی بہ نسبت زیادہ صحیح طور پر ایک مستقل مذہب شمار کیا جا سکتا ہی، وہ فرقۂ علی الہی ہے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس فرقہ کے پیرو بظاہر حضرت علیؓ کے متبع ہیں خصوصاً غیر ملک والوں سے گفتگو کرنے میں یہ لوگ اکثر حضرت علیؓ کی قسم کھاتے ہیں، یہ انکی الوہیت کے قائل ہیں، یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ خدا نہیں ہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہیں، بہرحال اس معاملہ میں یہ لوگ شیعی مسلمانوں کے عقیدہ سے زیادہ تجاوز نہیں کرتے، البتہ ان کی اندرونی زندگی خیالات اور رسومات کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوتا ہے، کہ ان مفروضہ متبعین کے دلوں میں حضرت علیؓ کا جو اثر عام طور پر سمجھا جاتا ہی، وہ دراصل ہے نہیں بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ اس فرقہ کی نسبت ہی حقیقۃً غلط ہے، یہ لوگ اپنے کو "اہل حق" یا "طائفہ" کہتے ہیں،

اس فرقہ میں دو آدمیوں کا خاص طور پر احترام کیا جاتا ہی، اور انھیں سے خصوصیت کے ساتھ مدد مانگی جاتی

ہے ایک داؤد اور دوسرے بنیامین (BENJAMIN) بعض آدمیون کا بیان ہے کہ داؤد حضرت علیؑ کے خادم تھے لیکن اکثر لوگ انھین شاہ داؤد سمجھتے ہین، جن کا ذکر توراۃ مین ہے، یہ لوگ زبور کو بڑے شوق سے عزیز رکھتے اور پڑھتے ہین، فرقہ علی الٰہی کی ایک شاخ بہ نسبت دوسری شاخون کے داؤدؑ کی زیادہ معتقد ہے، اور ہر موقع پر اُن سے طلب استعانت کرتی ہے، ایک بچہ جب اپنی طاقت سے بڑھ کر وزنی چیز اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو داؤد ہی کو مدد کے لئے پکارتا ہے، اور ایک مبتلائے درد کی زبان پر اُسی بے تکلفی کیساتھ "یا داؤد" کا نام آتا ہے جس طرح کوئی عیسائی اے خدا پکارے،

بنیامین کی شخصیت داؤد سے بھی زیادہ مستور معلوم ہوتی ہے ایک معنی مین وہ ملک صدق کی طرح وقت و زمانہ کی حدود سے باہر ہین، لوگون کو اُن کے متعلق کوئی صحیح واقفیت نہین معلوم ہوتی، اور عموماً اُن کا نام لینے مین تامل کرتے ہین، مجھے بنیامین کی بابت اکثر تعجب ہوا کرتا تھا، لیکن ایک روز جب مین مغربی ایران مین فرقہ علی الٰہی کے ایک بہت بڑے پیشوا کے گھر مہمان تھا، تو میرے میزبان نے مجھے بتایا کہ بنیامین جسکی پرستش اس کے تمام پیرو کرتے ہین، دراصل حضرت عیسیٰؑ کا دوسرا نام ہے، اُس نے بیان کیا کہ ایران مین فرقہ علی الٰہی کے لوگ پہلے عیسائی تھے، جب مسلمانون نے اس ملک کو فتح کیا، تو یہ لوگ اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کئے گئے، بنیامین جس کے معنی ہین داہنے ہاتھ کا بیٹا، حضرت عیسیٰؑ کا بدل قرار پایا، اور اب بنیامین سے لوگ ابن اللہ مراد لیتے ہین،

یہ باور کرنا آسان ہے کہ فرقہ علی الٰہی کے لوگ ابتداءً یہودی یا عیسائی تھے، ان کے بعض رسومات سے اسکی شہادت ملتی ہے، ان کا ایک روزہ مسلسل تین روز تک رہتا ہے، جسکے بعد وہ ایک ضیافت کرتے ہین اور اس تقریب کو حضرت عیسیٰؑ کے زمانۂ قیام مزار و احیاء دوبارہ کی یادگار بتاتے ہین، ان کے ہان ایک رسم ہے جو رسم عشائے ربانی سے بہت مشابہ ہے، اس موقع پر روٹی اور خشک انگور تقسیم کئے جاتے ہین، وہ لوگ الوہیت مسیح کے مسئلہ کو بلا تامل تسلیم کرتے ہین، اور جب ہم حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا فرزند کہتے ہین، تو وہ یہ جواب دیتے ہین "ہم کہتے ہین وہ خدا ہی ہے"،

باوجود اس کے اُن کے عقائد متفقہ مسیحی معتقدات سے بہت مختلف ہین، وہ لوگ مسئلہ تناسخ کے قائل ہین لیکن روح کے متعلق کوئی واضح رائے نہین رکھتے کہ واپس آکر پھر کونسا قالب اختیار کرے گی ایک بار اُن کے ایک بڑے مرشد نے مجھ پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انجیل تناسخ کی تعلیم دیتی ہے،

فرقہ علی الٰہی کی ایک شاخ جو فرقہ طاؤسی کے نام سے مشہور ہے، اس سے بھی آگے ہو، یہ شیطان کی تعظیم و توقیر کرتی ہے، یہ لوگ دراصل اوس کی پرستش نہین کرتے، لیکن اس سے خائف ضرور رہتی ہین، اور اوسے خوش سے راضی رکھنا چاہتے ہین، مجال نہین کہ کوئی شخص اون کے سامنے کوئی گستاخی کی بات اس کی شان مین زبان پر لائے،

فرقہ علی الٰہی کی تین خاص شاخین ہین، داؤدی، طاؤسی اور نصیری،

فرقہ علی الٰہی مین مطبوعہ کتابون کا رواج نہین ہے، ان لوگون کی مقدس کتاب "سرانجام" کے نام سے مشہور ہے، یہ نظم مین ہے، اور کردی زبان مین لکھی ہوئی ہے، اس کا صرف ایک قلمی نسخہ ہے، یہ کتاب غیرون کو کبھی نہین دیجاتی لیکن ایک بار بخصوص اعزاز کے طور پر اس فرقہ کے چند پیشواؤن کی موجودگی مین مجھے اسکے مطالعہ کی اجازت ملی تھی،

فرقہ علی الٰہی کے مذہبی پیشوا سید کہلاتے ہین، سید عموماً آل محمد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس فرقہ مین یہ لفظ صرف مذہبی پیشوا کے معنی مین بولا جاتا ہے، سید کا عہدہ موروثی ہوتا ہے، اور اکثر صورتون مین اس کے اختیارات کافی وسیع ہوتے ہین، مغربی ایران کے بڑے سید کے پیرو تو دراصل اس کی پرستش کرتے ہین، جو لوگ اسکی خدمت مین حاضر ہوتے ہین، وہ دروازہ کے قریب پہنچکر سرنگون ہوتے ہین اور آستان بوسی کرتے ہین اسی سید کے متعلق اس حصۂ ملک کے ایک سردار نے ایک بار مجھ سے کہا تھا "خدا میرے اس قول کو معاف کرے اصل یہ ہے کہ سید رستم میرا خدا ہے"، فرقہ علی الٰہی کے بعض سیدون مین مہمان نوازی درجۂ کمال تک پائی جاتی ہے، جو بھی ان کے دروازے سے گذرے خواہ وہ کوئی غریب مسافر ہو یا کوئی شاہزادہ اسکے لئے طعام و قیام کا سامان ہمیشہ تیار رہتا ہے، ایک سید کے متعلق تو یہان تک مشہور ہے، کہ اوس نے اپنے باپ کے قاتل

کو اپنے ہان مہمان رکھا، اور انکی خاطر تواضع کی، ایسی فیاضانہ مہمان نوازی اس وجہ سے ممکن ہے کہ سید ان کے پیروان کی خدمت مین کافی نذرین پیش کرتے رہتے ہین، باوجود اس کے کہ ان سیدون کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے، ان مین سے بعض حد درجہ خلیق اور منکسر مزاج ہین، "ع ز"

ہندوستان مین جرائم کی تحقیقات کے قدیم طریقے،

ہندوستان مین آگ اور پانی کے ذریعہ سے جرائم کی تحقیقات کا رواج اٹھارہوین صدی کے آخر تک جاری تھا، اس موضوع پر اسٹیٹسمین کے تازہ پرچہ مین مسٹر بل مارلنگ (BILL MARLING) کا ایک مقالہ آیا ہے، اوس کی تلخیص ذیل مین درج کیجاتی ہے، جو امید ہے دلچسپی سے پڑھی جائے گی، وہ لکھتے ہین :-

رسالہ "ایشیاٹک رسرچز" کی پہلی جلد مین ہندوستان کے پہلے گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز نے اس قسم کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، یہ واقعہ ۱۷۸۳ء مین بنارس مین پیش آیا، ملزم پر صرف چوری کا الزام تھا، اس جرم کی تحقیق کا طریقہ دستور قدیم کے مطابق آگ کے ذریعہ سے تھا، بنارس کے عامل اعلیٰ علی ابراہیم خان خود اوس موقعہ پر موجود تھے، اونھون نے لوگون کو اس طریق آزمایش سے باز رکھنا چاہا، لیکن مقدمہ کے دونون فریقون اور نیز پنڈتون نے کسی دوسرے طریقہ کو پسند نہین کیا، اور صرف آگ سے جرم کی تحقیق پر زور دیتے رہے، علی ابراہیم کو مجبوراً اس طریق آزمایش کی ضرورت دینی پڑی، اس اجازت کے لئے وہ اپنی برأت یون پیش کرتے ہین، ملزم کو جرم سے بری کرنے کا یہی واحد طریقہ تھا، فریقین ہندو تھے، دھرم شاستر مین اسی طریق آزمایش کا حکم تھا، اور ہندو ریاستون اور سلطنتون مین یہی طریقہ عام طور پر رائج تھا، بحیثیت عامل شہر کے علی ابراہیم خان اپنے تمام مخبرون و افسرون کو لیکر متعینہ مقام پہنچے، اور مستغیث کو ایک بار اور اس طریق آزمایش سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن وہ اپنے اصرار پر برابر قائم رہا، اور بالآخر آزمایش کی رسم شروع ہوئی علی الصباح وہ مقام دھو کر پاک وصاف کر دیا گیا تھا، اُس کے بعد پنڈتون نے گنیش کی جو اون کے نزدیک خدائے دانش ہے، پوجا کی، اور پھر سات ہم مرکز دائرے سوا انگشت کے فاصلہ سے کھینچے، مرکزی دائرہ مین خشک گھاس رکھ دی گئی، ملزم نے غسل کرکے بھیگے ہوئے کپڑے پہنے، اور مشرق کی طرف رُخ کرکے خارجی دائرہ مین کھڑا ہو گیا، اوس کے بعد عامل شہر اور پنڈتون نے اُسے حکم دیا کہ اپنے ہاتھون پر چاول اور بھوسی لے کر ملے اوس کے ہاتھون کا معائنہ کیا گیا، اور زخم کا جو نشان اُن مین پہلے سے موجود تھا، اوسے رنگ دیا گیا، پھر اوس کے ہاتھون مین سات پیپل کی پتیان، سات گھاسین نو دانے جو، اور چند پھول رکھ دیئے گئے، پنڈتون نے موقع کے مناسب کچھ شلوک پڑھے، اور روداد مقدمہ کو وید کے ایک منتر کے ساتھ تاڑ کے پتہ پر لکھ کر ملزم کے ہاتھون مین باندھ دیا، اوس کے بعد لوہے کی ایک گیند جسکا وزن ڈھائی سیر تھا، آگ مین ڈال دی گئی، یہان تک کہ وہ سرخ ہو گئی، پھر اوسے نکال کر پانی مین ٹھنڈا کیا، پھر گرم کیا، اور پھر ٹھنڈا کیا، اور پھر تیسری بار وہ خوب گرم ہو کر سرخ ہو گئی، تو اوسے چمٹے سے اوٹھا کر ملزم کے ہاتھون مین رکھ دیا، احکام شاستر کے مطابق ملزم ہر دائرہ مین قدم رکھتا ہوا مرکزی دائرہ مین پہنچا، اور وہان پہنچکر اوس جلتی ہوئی گیند کو گھاس کے ڈھیر پر پھینک دیا، گھاس مین آگ لگ گئی، اس کے بعد ملزم کے ہاتھ کھول دیئے گئے، اور دیکھا گیا تو جلنے کا کوئی نشان اُن مین موجود نہ تھا، چنانچہ وہ جرم سے بری کر دیا گیا، اور مستغیث کا ایک ہفتہ قید کی سزا دیگئی، تاکہ آیندہ بے قصورون کے خلاف اس قسم کے غلط الزامات نہ لائے جائین،

ہندو دھرم شاستر مین اس طریقہ کے علاوہ ملزم کی آزمایش کے آٹھ اور طریقے تھے، ایک طریقہ میزان کے ذریعہ سے تحقیق جرم کا تھا، بعض لوگون کا خیال ہے، کہ یہ طریقہ صرف برہمنون کے لئے مخصوص تھا، لیکن کچھ لوگون کے نزدیک اس مین برہمن اور غیر برہمن کی تخصیص نہ تھی، ملزم کسی برہمن کی معیت مین ایک دن کا روزہ رکھنے کے بعد غسل اور پوجا وغیرہ سے فارغ ہو کر ایک ترازو مین جسکے دونون پلے بالکل برابر ہوتے، وزن کیا جاتا، اس کے بعد وہ ترازو سے نکال لیا جاتا، پھر پنڈت ایک پرچہ پر اس کے جرم کا خلاصہ

لکھتے، اور اُس پر کچھ منتر پڑھ کر اس پرچہ کو ملزم کے اوپر باندھ دیتے، چھ منٹ کے بعد وہ دوبارہ وزن کیا جاتا، اگر اب اس کا وزن بہ نسبت پہلے کے زیادہ ہوتا، تو وہ مجرم تصور کیا جاتا، اور اگر کم ٹھہرتا، تو بے قصور سمجھا جاتا، اگر بالفرض اب کی بار بھی دونون پلون کا وزن برابر ہوتا، تو اسے تیسری بار وزن کرتے، اور اس مرتبہ ہندو دھرم شاستر کے مطابق وزن مین فرق ہونا لازمی ہوتا،

آج بھی ہندوستان کے بعض حصون مین تماشا گر سرخ انگارون پر چلکر اپنے کرتب دکھاتے ہین، اس قسم کے کرتبون کی ابتدا برہمنون کے طریق آزمایش مین پائی جاتی ہے، اسی طرح قرون وسطی مین ہندوستان مین ملزم کی بے گناہی ثابت کرنے کا یہ طریقہ بھی تھا کہ اُسے پیپل کی لکڑی کے دہکتے ہوئے انگارون پر چلنا پڑتا تھا، یہ انگارے نو ہاتھ لمبی ایک بالشت گہری، اور دو بالشت چوڑی زمین کھود کر اسمین بچھائے جاتے تھے، اگر ان انگارون پر چلنے سے ملزم کے پیر محفوظ رہتے، تو وہ جرم سے بری کر دیا جاتا، یہ کارنامہ اُس قوم کے لئے زیادہ مشکل نہین ہے، جو ہمیشہ برہنہ پیر چلکر اپنے تلوے کے چمڑے کو سخت بنا لیتی ہے، نو ہاتھ ساڑھے تین گز کے برابر ہوتے ہین، اور یہ فاصلہ زیادہ سے زیادہ تین قدم مین طے کیا جا سکتا ہے اس طریق آزمایش کا رواج قدیم ہندو روایات مین ملتا ہے، سیتا نے اپنے شوہر رام کے سامنے اپنی عصمت کا ثبوت اس طرح آگ پر چل کر دیا تھا، یورپ مین چارلس فربہ CHARLS (THE FAT) شہنشاہ روما کو بھی اپنی ملکہ رچرڈس (RCHARDIS) کی بے گناہی کا ثبوت اسی طریقہ سے ملا تھا،

پانی کے ذریعہ سے آزمایش کا طریقہ یہ تھا کہ ملزم کو پانی کے اندر اتنی دیر تک غرق رہنا پڑتا جتنی دیر مین ایک آدمی آہستہ پچاس قدم چل لیتا ہے، بعض مقامات مین اس مدت کا اندازہ اسوقت سے کیا جاتا تھا، جو تیر پھینکنے اور اُسے اٹھا لانے مین صرف ہوتا ہے،

آزمایش کے دو طریقے زہر کے ذریعہ سے بھی تھے، لیکن ان مین سے کوئی بھی کسی عورت یا برہمن پر استعمال نہین کیا جاتا تھا، ان مین سے ایک طریقہ یہ تھا کہ کسی مٹی کے برتن سے جسمین پہلے سے ایک سانپ بند رہتا، ملزم سے

کوئی سکہ، انگوٹھی، یا مُہر نکالنے کو کہا جاتا، دوسرا طریقہ یہ تھا، کہ ایک برہمن ملزم کو سفید آرسینک ساٹھ دانہ جو کے ہم وزن، چون[۵۴] دانہ جو کے برابر مکھن مین ملا کر کھلاتا، ان صورتون مین اگر ملزم بے قصور ہوتا، تو اس پر زہر کا کوئی اثر ظاہر ہوتا

آزمایش کا ایک اور طریقہ اُبلتے ہوئے تیل سے تھا، علی ابراہیم خان نے ۱۷۸۳ء مین اس کا مشاہدہ خود کیا تھا، ملزم کا ہاتھ جل گیا تھا اور وہ مجرم قرار پایا تھا،

ایک اور طریقہ یہ تھا، کہ ایک برتن مین مختلف تصویرین یا با تصویر کپڑے رکھ دیے جاتے اور ملزم کو اس مین سے کوئی خاص تصویر یا کپڑا نکالنا پڑتا تھا، کامیاب ہونے پر اوسکی بے گناہی ثابت ہو جاتی،

دس اشرفیون سے لیکر تین سو اشرفیون تک کی چوری مین بعض اوقات یہ طریقہ استعمال کیا جاتا، کہ ایک برتن مین پانی رکھ کر اُس مین دیوتاؤن کی مورتیون کو غسل دیتے اور اوسی پانی مین سے تین گھونٹ ملزم کو پینا پڑتا اگر دو ہفتے کے اندر وہ کچھ بھی بیمار رہتا، تو مجرم تصور کیا جاتا،

چاولون کے ذریعہ سے آزمایش کا طریقہ نیچی قومون مین حال تک رائج تھا، یہ طریقہ دوسری صدی عیسوی مین اسکندریہ مین بھی پایا جاتا تھا، پہلے منتر اور اشلوک پڑھے جاتے، اُس کے بعد ملزم چاول چبا کر مخصوص پتون یا درخت کی پر انہین تھوک دیتا، جس کے چاول خشک رہ جاتے یا جس کے چاول مین خون کے نشانات پائے جاتے وہ مجرم قرار پاتا،،

"ع ز"

مسلمان اور فنِ شیشہ سازی

ایک یورپین مصنف نے مسلمانون کے فن شیشہ سازی پر ایک کتاب لکھی ہے، جس مین یہ بحث کی ہے، کہ رومن قوم کے زمانے سے اسلامی تہذیب کے دور تک اس صنعت مین کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے ہین، رسالہ الہلال مصر مین اس کتاب کا خلاصہ آیا ہے، اوس کی تلخیص ذیل مین درج کیجاتی ہے، وہ لکھتا ہے:-

اگرچہ دونون قومون کے فن شیشہ سازی کے درمیان آسانی کے ساتھ کوئی ایسی حد فاصل نہین قائم کی جا سکتی، جس سے دونون مین باہم امتیاز ہو سکے تاہم سُرمن رائے یعنی شہر سامرہ مین جو آثار دریافت ہوئے ہین، اور

سے ثابت ہوتا ہے کہ شیشون پر نقش و نگار بنانے کا کام اسلامی تہذیب کے ابتدائی زمانے مین بیحد ترقی کر چکا تھا، اس کے بعد بھی اوس مین زمانہ دراز تک ترقیان ہوتی رہین، لیکن یہ مشکل معلوم ہو سکتا ہے، کہ اسلامی ممالک مین جہان جہان اس صنعت کو فروغ حاصل ہوا، وہان اس مین کیا کیا تغیرات ہوئے، تاہم جن عرب مصنفین مثلاً احمد بن محمد التمیری، ثعالبی اور یاقوت وغیرہ نے اس صنعت پر کتابین لکھی ہین انھون نے ان تغیرات کے مختلف زمانون کے چہرون سے نقاب اوٹھادی ہے،

اس صنعت نے ایران، عراق، شام اور مصر مین خصوصیت کے ساتھ ترقی کی، اور شام مین اوسکو اور تمام ممالک سے زیادہ جمال و کمال حاصل ہوا، اس لئے وہان جو شیشے بنائے جاتے تھے، وہ اور ملکون کے شیشون سے زیادہ لطیف و خوشنما ہوتے تھے، قیصر فریڈرک کے عجائب خانہ برلن مین مختلف ممالک کے جو شیشے موجود ہین، اون سے اس صنعت کے تغیرات کا بھی پتہ چل سکتا ہے، مثلاً اس مین شیشون کے جو طشت ہین وہ ساسانی طرز کے بنے ہوئے ہین، اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ شیشے کے ایک گول ٹکڑے کو مخصوص آلون کے ذریعے سے گہرا بنا لیا جاتا تھا، پھر اوسکو ریت کر شیشون کے مخصوص تارون کے ذریعے اوس پر نقش و نگار بنایا جاتا تھا، اور پیالے بھی اسی طریقے سے بنائے جاتے تھے، لیکن اس عجائب خانے مین شیشون کے چند قیمتی برتن ایسے بھی ہین جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کے بیرونی اور اندرونی حصون پر نقش و نگار بنا لینے کے بعد اون کو گہرا بنایا گیا ہے، انھی مین ایک ٹکڑا ایسا بھی ہے، جس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ فاطمیین مصر کے زمانے مین اس صنعت کو بہت زیادہ ترقی ہوئی، اور عام طور پر اوس کا رواج ہوا، ناصر خسرو نے اپنے سفرنامہ مین خلیفہ مستنصر کے خزانے کا جو ذکر کیا ہے اوس مین شیشے اور بلور کے نادر برتنون کا بھی بیان ہے جنمین اکثر کے اوپر خط کوفی مین خلیفہ کا نام کندہ تھا، اس قسم کی بہت سی نادر چیزین یورپ کے عجائب خانون، گرجون اور انسٹیٹیوشنون مین بھی موجود ہین، بندقیہ کے ایک مشہور گرجے مین ایک لوٹا ہے جس پر خلیفہ عبد العزیز کا نام کھدا ہوا ہے،

اسلام مین شیشون پر نقش و نگار بنانے کی صنعت مین جو جو ترقیان ہوتی رہین، اون سے شیشون کے رنگنے کی ایک مستقل صنعت ایجاد ہوئی، اور اگر ہم اوس زمانے کے شیشون کے رنگ کا کیمیاوی حیثیت سے مطالعہ کرین تو معلوم ہوگا کہ جن چیزون سے اوس زمانے مین یہ رنگ بنائے جاتے تھے، اون مین اس زمانے کے رنگون کے مواد سے کوئی نمایان اختلاف نہ تھا، مثلاً وہ سفید رنگ کے لئے رانگا، سبز کے لئے تانبا، سرخ کیلئے لوہا، اور نیلے کے لئے لاجورد استعمال کرتے تھے، لیکن باانہمہ کیمیاوی حیثیت سے اب تک اس صنعت کے بہت سے اسرار و غوامض ہم سے مخفی ہین،

سترہوین اور اٹھارہوین صدی مین مشرق مین اس صنعت کو زوال ہونے لگا، اور اس فنی ذوق کا خاتمہ ہوگیا، صرف ایران مین اس کا دھندلا سا نقش باقی رہ گیا، چنانچہ برلن کے عجائب خانے مین اس صنعت کے جو قدیم و جدید نمونے موجود ہین، اون سے اس انحطاط کا پتہ چلتا ہے "ع"

تقریر سیرت کی روانگی

۱۵ر جون سے شروع ہوگئی

گذشتہ تین سالون سے سیرت کی تقریرین اسقدر تنگ وقت سے چھپتی رہی ہین کہ مفت تقسیم کے انتظام مین ہمیشہ اور ہر جگہ نقص اور بدنظمی کی بھرمار رہی ہے، اور کبھی تسلی کے مطابق کام نہین ہوا، نہ کبھی ہم تسلی کے ساتھ فرمایشون کی تعمیل کر سکے ہین، اور نہ کبھی مفت تقسیم کرنے والے اصحاب کو تسلی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے، لیکن یہ پہلا سال ہے جبکہ ہم بفضل خدا پورے وثوق کے ساتھ اعلان کرتے ہین کہ ۱۵ر جون کو سیرت کی تمام تقریرین مکمل ہو کر اُنکی روانگی شروع ہو جائیگی،

اس سال تین تقریرین شائع کیجارہی ہین (۱) مولانا سید سلیمان ندوی کی تقریر (فلسفہ مسلمانون کیلئے) (۲) علامہ سید رشید رضا مصری کی تقریر (ہندوستان کے غیر مسلمون کیلئے) (۳) ڈاکٹر حمید یارقوس آف جرمنی کی تقریر (یورپین کیلئے) مولانا سید سلیمان کی تقریر تو گذشتہ سالونکی تقریرون کے برابر ہے، مگر دونون آخری تقریرین بہت کافی مفصل اور مبسوط ہین، اس دفعہ اردو تقریرون کی قیمت ۱۵ روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی سو) کتب، اور عربی انگریزی جرمن ہندی اور گورمکھی تقریرون کی قیمت ۵، روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی دس) کتب ہے

(ناظم سیرت کمیٹی، پٹی، ضلع لاہور)

اخبار علمیہ

صحرائے مزاب کے باشندوں کے دلچسپ حالات

صحرائے افریقہ میں الجزائر سے پانچ سو میل جانب جنوب مزاب (MZAB) نامی ایک ویران خطہ زمین ہے اس میں صرف سات شہر ہیں جن میں سے پانچ ایک ہی جگہ ایک پہاڑی کی وادی میں آباد ہیں گیارہویں صدی کے ابتدائی حصہ میں اہل مزاب اس ویران مقام میں آکر آباد ہوئے، اُس وقت وہاں کسی قسم کی پیداوار نہ تھی اور پانی بھی برائے نام پایا جاتا تھا، لیکن اب وہاں ہزاروں کنوئیں ہیں، اور اہل مزاب کا یہ ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے، کہ ان میں سے ہر کنواں باوجود ایک سو فٹ سے زیادہ گہرا ہونے کے صرف ہاتھ سے اور بغیر کسی جدید آلہ کی مدد کے کھودا گیا ہے، کبھی کبھی ایسا ہوا ہے کہ بیس بیس سال تک وہاں بارش نہیں ہوئی، تاہم مزاب کے نخلستانوں میں بہتیرے یورپین ممالک کے باغات سے زیادہ مختلف اقسام کے درخت موجود ہیں، آب پاشی کا ایسا عمدہ طریقہ ہے کہ نہایت قلیل محنت میں ایک ایک انچ زمین مقررہ اوقات میں پانی سے لبریز ہو جاتی ہے،

مزاب کے بعض مخصوص رواج ایسے ہیں جنکی نظیر دنیا کے کسی اور حصہ میں نہیں ملتی مثلاً حدود شہر میں کسی کو سگرٹ پینے کی اجازت نہیں ہے، کوئی ہوٹل نہیں ہے ہر قسم کا گانا بجانا ممنوع ہے عورتیں کبھی گھروں سے باہر نہیں نکلتیں، اور تمام چیزیں بذریعہ نیلام فروخت ہوتی ہیں، نیلام کے بازار کا منظر نہایت دلچسپ ہوتا ہے، یہ بازار ہر روز غروب آفتاب سے دو گھنٹے قبل لگتا ہے، اور جب تک کوئی خود اس منظر کا مشاہدہ نہ کرے یہ باور کرنا

مشکل معلوم ہوتا ہے، کہ لکڑی کے گٹھے سے لیکر قیمتی قالین تک ہر چیز نیلام ہوتی ہے، اور لوگ سنجیدگی کے ساتھ زمین پر بیٹھے ہوئے نہایت دھیمی آواز میں سرگوشی کے طریقہ سے ہر ہر چیز پر بولی بولتے ہیں، ایک اور رواج جو اہل مزاب کے خصوصیات میں ہے، یہ ہے کہ کوئی عورت ان سات شہروں میں سے کسی ایک شہر کے حدود سے باہر کبھی جانے نہیں پاتی، ان کے شوہر یا لڑکے کاروبار کی غرض سے، دوسرے بڑے شہروں میں جاتے ہیں، لیکن بیوی اور لڑکے کو ہمیشہ انھی ویران شہروں میں قیام کرنا پڑتا ہے،

الجیریا کے دوسرے شہروں کے برخلاف اہل مزاب اپنے شیوخ کلیسا کے زیر حکومت ہیں، نارمن فتوحات سے قبل بھی یہ مہذب اور متمدن تھے، یہ لوگ اہل یورپ کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، انکی اصل کے متعلق کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جاسکتی، ممکن ہے کہ وہ سامی نسل سے ہوں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ان کی اصل قرطاجنی ہے، بہرحال اس میں شبہہ نہیں ہے کہ اہل مزاب دنیا کی قدیم ترین اور عجیب ترین قوموں میں ہیں،

"ع ز"

زہریلی گیس کا اثر ٹماٹر پر

علم کیمیا کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے، کہ زہریلی گیسوں کا پتہ ٹماٹر کے درخت سے نہایت اچھی طرح چلتا ہے، کیونکہ جب فضا میں اس قسم کی زہریلی گیسیں پھیلتی ہیں، تو ٹماٹر کی پتیاں مرجھا کر بالکل لٹک جاتی ہیں اس بنا پر بعض حکومتیں نہایت وسیع پیمانے پر یہ تجربہ کرنا چاہتی ہیں، کہ ٹماٹر پر ان گیسوں کا کیا اثر پڑتا ہے، جن سے جنگ میں کام لیا جاتا ہے، اگر یہ تجربہ کامیاب ہوا تو اس سے جنگ میں کام لیا جائے گا،

ایک کہربائی چولھا

پانی سو درجہ کی حرارت سے جوش کھانے لگتا ہے، اور آج تک زیادہ سے زیادہ حرارت جو انسان پیدا

پیدا کرسکا ہے، اس کا درجہ ۲۶۰۰ ہے، اور لوہا ۲۴۰۰ درجہ کی حرارت مین پگھل کر بخار بن جاتا ہے، لیکن جدید اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے، کہ امریکہ مین ایک ایسا برقی چولھا ایجاد کیا گیا ہے جو ۲۶۰۰ درجہ کی حرارت پیدا کرسکتا ہے، یعنی آج تک جو چولھے ایجاد ہو چکے ہین، اون سے اسکی حرارت ایک ہزار درجہ زیادہ بڑھی ہوئی، لیکن سب سے عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس سخت حرارت کے اوس کا بیرونی حصہ اس قدر سرد ہوتا ہے گویا اوسکے اندر حرارت کا وجود ہی نہین، اور باوجود اس کے بہت زیادہ گران نہین ہے، اور عام طور پر اوس کا استعمال کیا جاسکتا ہے، اب اس چولھے کی ایجاد سے چٹانون اور پتھرون کو چشم زدن مین بخار کی صورت مین تبدیل کیا جاسکتا ہے،

موٹر کی تیزی کے پتہ لگانے کا آلہ

ہر موٹر مین ایک ایسا آلہ لگا رہتا ہے، جس سے اوسکی تیزی کا پتہ چلتا ہے، لیکن ہر سکنڈ مین اوس کی تیزی کا پتہ اس آلے سے نہین لگ سکتا، اس لئے ایک امریکن انجینیر نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ جس سے ہر سکنڈ مین موٹر کی تیزی کا اندازہ لگایا جاسکے اور جو لوگ معینہ قانونی رفتار سے زیادہ تیزی کے ساتھ موٹر چلاتے ہین پولیس نہایت آسانی کے ساتھ اون سے مواخذہ کرسکے گی، کیونکہ اس آلہ سے موٹر کی تیزی کا ایسا صحیح اندازہ ہوتا ہے جس سے انکار نہین کیا جاسکتا،

جمادات مین احساس

عام خیال یہ ہے کہ جمادات مین چونکہ روح نہین ہے، اس لئے ان مین احساس بھی نہین ہے، لیکن بعض علماء کا خیال ہے کہ جمادات عناصر سے مرکب ہوتے ہین، اور عناصر کی ترکیب جوہر فرد سے اور جوہر فرد کی ترکیب الکٹرون سے ہوتی ہے، لیکن الکٹرون ایک برقی چمک کا نام ہے، جو نہایت تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہے، اور اس تیزی مین ایک ایسی قوت پائی جاتی ہے، جو قوت ادراک سے مشابہ ہوتی ہے، اس نظریہ کی بنا پر بعض علماء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جمادات شعور و احساس سے خالی نہین ہوتے، بلکہ لذت و الم کا احساس کرتے ہین، چنانچہ کسی جامد چیز کو کاٹنے یا توڑنے یا مروڑنے کے بعد خوردبین سے دیکھو تو وہ اضطراب سے نصف سکنڈ تک پیچ و تاب کھاتا ہوا نظر آئے گا، بعض لوگون نے سینما کے ایک نازک آلہ کے ذریعہ اس کیفیت کی تصویر بھی لی ہے،

ہوائی جہاز کا قطب نما

دریا مین جہاز قطب نما کے ذریعہ سے چلتے ہین، لیکن اب ہوائی جہازون کو بھی ایک خاص قسم کے قطب نما کے ذریعہ سے چلایا جاسکتا ہے، پہلے ہوائی جہاز کے چلانے والے جس زمین، جس پہاڑ، جس نہر اور جس شہر پر جہاز کو چلاتے تھے، خاص طور پر اوسکی دیکھ بھال رکھتے تھے، لیکن اب اس قطب نما کے بعد اس کی ضرورت باقی نہین رہی، بلکہ فضا مین کتنا ہی گہرا بادل ہو، لیکن یہ قطب نما جہاز کو اوسی طرف لے چلے گا، جس طرف وہ چلنا چاہتا ہے،

قدیم ترین و عظیم ترین درخت

کیلیفورنیا (امریکہ) کے ایک جنگل مین دو ایسے درخت دریافت کئے گئے ہین، جو اپنی قدامت کے لحاظ سے دنیا کے سب سے زیادہ قدیم اور اپنے طول و جسامت کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظیم درخت بیان کئے جاتے ہین، ان مین سے پہلا درخت جو جنرل شرمن (SHERMAN) کے نام سے موسوم ہے (۲۷۲) فٹ بلند ہے، اور جڑ کے پاس اس کے تنے کا گھیر (۱۰۲) فٹ ہے، اسمین پچاس ہزار مکعب فٹ کی کارآمد شہتیرین ہین، اس کے وزن کا تخمینہ چھ ہزار فٹ سے زیادہ ہے، دوسرا درخت وہ ہے، جسے جنرل گرانٹ (GRANT) کہتے ہین، یہ پہلے سے زیادہ طویل ہے، اور جڑ کے پاس اس کا گھیر بھی زیادہ ہے، لیکن لکڑی اس مین کم ہے، دونون چار ہزار سے پانچ ہزار سال تک قدیم ہین،

"ع"

ادبیات

ہمہ اوست

از جناب سید مقبول حسین صاحب بی اے احمد پوری،

وہ کہاں ہیں؟ تم سے کہا کون نہیں اونکے جلوے شمار میں
یہی تو ہیں، یہی تو ہیں مری بیخودی کے خمار میں

وہی نالہ میں ہیں، وہی اثر میں، وہی غم میں ہیں، وہی آہ میں
انہیں کا نغمہ بلند ہے مرے دل کے نالۂ زار میں

وہ فراق اور وصال میں، وہی عشق میں، وہی حسن میں
یہی ہیں شمعِ امید میں، وہی حسرتوں کے مزار میں

وہی لطف میں، وہی کیف میں، وہی لون میں ہیں، وہی رنگ میں
یہی تو ہیں، جو نکھر رہے ہیں کسی کے روئے نگار میں

یہی ہیں شیب و شباب میں، وہی موت اور حیات میں
وہی زندگی کی بہار میں، وہی قبر تیرہ و تار میں

یہی ہیں زمان و زمین میں، وہی لامکان و مکان میں
وہی خشک و تر، وہی بحر و بر، وہی ملک اور دیار میں

وہی ماہ میں، وہی سال میں، وہی رات میں، وہی دن میں
یہی تو ہیں جو خزاں میں ہیں، یہی ہیں فصلِ بہار میں

وہی حال میں، وہی قال میں، وہی نکتہ اور محال میں
یہی نہاں، یہی عیاں، وہی خامشی میں پکار میں

یہی ہیں علم و کمال میں، یہی ہیں مال و منال میں
انہی کی ادنیٰ سی ضو ہے مرے دل کے عز و وقار میں

وہی بندگی میں نماز میں، وہ گناہ میں وہ ثواب میں
وہی بخشش اور عذاب میں، وہی نور میں وہی نار میں

وہی عہد اور وفا میں ہیں، وہی عفت اور حیا میں ہیں
وہی عصمت اور ادا میں ہیں، وہی شرم میں وہی عار میں

وہی ذل اور طلب میں ہیں، وہی بزم میں، وہی آپ میں
یہ تعلقات انہیں کے ہیں، وہی دوستی کے شعار میں

ہے انہیں سے زیست کا سب مزہ، وہی شغل اور وہی مشغلہ
یہ انہیں کا ذکر ہے جابجا، وہی جیت میں وہی ہار میں

جو نظر میں ہیں سب انہیں سے ہیں، جو خیال میں ہیں انہیں سے ہیں
وہی دل میں ہیں، وہی روح میں ہیں، وہی جان و جسم نزار میں

سب انہیں کے راز و نیاز ہیں، وہی سوز میں، وہی ساز میں
وہی نوش میں، وہی نیش میں، وہی گل میں اور وہی خار میں

سرِ نیم اُن پہ فدا کرو، تو قبول ہو کے قبول ہو
وہ غنی ہیں اور کریم ہیں، نہیں بخشش ان کی شمار میں

نالۂ حسرت

از سید الشعرا فضل الحسن حسرت موہانی

نامرادوں کو شاد کام کرو
کرم اپنا کبھی تو عام کرو

کارِ عاشق ہے، ناتمام، سو تم
قتل کرکے اوسے تمام کرو

سب کی خاطر کا ہے خیال تمہیں
کچھ ہمارا بھی انتظام کرو

کھل سکے جب تلک نہ راہِ مراد
منزلِ صبر میں قیام کرو

پوچھتے ہیں وہ جان نثاروں کو
تم بھی حسرت اٹھو سلام کرو

جامِ صہبائی

از جناب عبدالسمیع صاحب پال اثر صہبائی، ایم اے ایل ایل بی وکیل سیالکوٹ

بے تاب ہوں جامِ ارغوانی کیلئے
مرتا ہوں سرابِ شادمانی کے لئے

کوئی نہیں گلگونہ بجز حسنِ عمل
تزئینِ نگارِ زندگانی کے لئے

عشرت باقی نہ بزمِ عشرت باقی
باقی ہے گناہ کی ندامت باقی

کیا روح فروز ہے مئے حسنِ عمل!
تلخی فانی ہے، اور لذت باقی

اے غرقِ گناہ! اے پشیمانِ حیات!!
ہے یاس سے چاک چاک دامانِ حیات؟

جی کھول کے بختِ بد پہ رو لے! رو لے!!
ہے گریۂ معصیت میں سامانِ حیات؟

باب التقریظ والانتقاد

چند نئے اخبار اور رسالے

اردو کے نئے اخبار و رسائل کا تذکرہ معارف کی گذشتہ جلد کے پہلے پرچہ میں کیا گیا تھا، اب ان چند مہینوں میں جو نئے اخبار اور رسالے نکلے ہین، وہ حسب ذیل ہین:

اخبارات سال رواں کے آغاز سے ہندوستان مین حکومت اور کانگریس مین جو کشمکش جاری ہوگئی ہے اور اسمین حکومت کی جانب سے گذشتہ سال کے جو ہنگامی قوانین مطابع نافذ ہوگئے ہین، اون کے لحاظ سے نئے اخبارات کے نکلنے کے لئے موافق نہ تھا، اس لئے اس دور مین کسی نئے آزاد خیال اخبار کا جاری ہونا کسی قدر مشکل تھا، اور یہی وجہ ہے کہ اس دور مین اردو کے جسقدر اخبارات نکلے، اون مین اکثر اپنی حکمت عملی کے لحاظ سے "حکومت اور رعایا کے تعلقات کے خوشگوار بنانے" اور ملک مین "قیام امن" اور "احترام قانون" کی فضا پیدا کرنے کے مقاصد لیکر شائع ہوئے ہین لیکن چند اخبار اس سے جداگانہ روش لیکر بھی نکلے ہین، وہ کارزار ماڈل ٹاؤن لاہور اور مطالعہ (لدھیانہ) وغیرہ ہین،

کارزار۔ ماڈل ٹاؤن لاہور (ہفتہ وار) مدیر جناب ابوالاثر حفیظ جالندھری حجم ۱۲ صفحے تقطیع ۲۰×۲۶/۴ کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ ع، فی پرچہ ار، پتہ دفتر کارزار ماڈل ٹاؤن لاہور،

کارزار ایک اصلاحی اخبار ہے، اس کی ظاہری شکل و صورت اخبار سچ لکھنؤ کے مماثل ہے اور بعض حیثیات سے موضوعوں مین معنوی مماثلت بھی پائی جاتی ہے جناب حفیظ شاہنامۂ اسلام کے نوجوان مصنف ہین، دل مین اسلام کا درد رکھتے ہین، اور جوش و ولولے سے مسلمانون کی خدمت اصلاح کرنا چاہتے ہین خصوصاً مسلمانون کی بڑھتی ہوئی مغرب پرستی سے نالان ہین، اور اوس کے روکنے کیلئے یورپ ہی کے اخبارات کے اقتباسات سے یورپ کی تمدنی ابلہ فریبیون کا پردہ چاک کرتے ہین، اور اس سلسلہ مین جو کچھ لکھتے ہین، دلنشین انداز مین لکھتے ہین، لیکن اسی کے ساتھ ہمین جناب حفیظ سے کسی قدر گلہ بھی کرنا ہے، کہ وہ کارزار کے صفحات کو مختلف قسم کی مقامی آویزشون سے بھی آلودہ کرتے ہین، اور کبھی کبھی تو انھی قضیون مین پورا اخبار نذر ہو جاتا ہے، اگر گھر کے قصے گھر ہی مین چکالئے جائین، تو مناسب ہے، کارزار کے پہلے صفحہ پر جناب حفیظ کی کوئی نہ کوئی تازہ، پرجوش اور پرکیف نظم ہوتی ہے، اسی طرح ہر ہفتہ ایک دو سنجیدہ مضامین ہوتے ہین، مقالۂ افتتاحیہ مین اسلامی حلقہ کے مفید سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی مسائل پر رائے زنی کیجاتی ہے، لیکن اسی مین کبھی ماڈل ٹاؤن یا اسی قسم کے غیر دلچسپ مباحث بھی چھیڑ دئے جاتے ہین، اخبار عمومی حیثیت سے دلچسپ اور اشاعت پانے کے لائق ہے،

مطالعہ لدھیانہ (ہفتہ وار) زیر ادارت جناب ایم حسن لطیفی بی اے سند یافتہ "لندن اسکول آف جرنلزم"، حجم ۸ صفحے تقطیع ۲۰×۲۶/۴ کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت سالانہ للعہ، فی پرچہ ار، پتہ:- دفتر جریدہ مطالعہ لدھیانہ،

مطالعہ ایک "علمی و ادبی جریدہ" ہے، جو جناب ایم حسن لطیفی کی ادارت مین "تنہا نگاری" (سولو جرنلزم) کا پہلا جریدہ کے زیر عنوان جاری ہوا ہے، اس جریدہ کی یہ تنہا خصوصیت ہے کہ صرف مدیر جریدہ اس کو تمام ترین مرتب کرتا ہے، اس کے چند پرچے نظر سے گذرے، مدیر مطالعہ نے ہندوستان کی سیاسیات سے ایک سال تک کنارہ کش رہنے کا اعلان کیا ہے، اس لئے جریدہ سیاسی مباحث سے خالی رہتا ہے، لیکن جناب لطیفی کسی سیاسی مطمح نظر کے علاوہ خدمت علم و ادب کے بلند حوصلے بھی اپنے اندر رکھتے ہین، اس لئے مطالعہ کے صفحات مین جناب لطیفی کے قلم سے "ادب لطیف" کے مختلف مرقعے مختلف عنوانون "تنقید و تبصرہ" "السنہ" "نسائیات" "خطابات" "شعر" اور "نفسیات" وغیرہ کے ماتحت تیار رکھے جاتے ہین، اور انھی مین بعض علمی و تاریخی مضامین بھی ہوتے ہین، توقع ہے کہ جناب

لطیف مطالعہ کے ذریعہ اپنی کامیاب خدمات انجام دین گے،

خدمت :- بمبئی (ہفتہ وار مصور) اڈیٹر جناب عطاء الرحمٰن خان صاحب امروہی، حجم ۲۰ صفحے تقطیع ۱۲×۱۸

لکھائی چھپائی اور کاغذ معمولی، قیمت سالانہ للعہ، پتہ دفتر خدمت نمبر ۷ والڈاسٹریٹ بمبئی نمبر ۹۔

خدمت بمبئی کی انجمن خدام المسلمین کا ہفتہ وار آرگن ہے، انجمن کے اغراض و مقاصد مسلمانان بمبئی کی قومی و ملی خدمت ہے، خدمت انہی مقاصد کی تبلیغ کرتا ہے، اور اس لئے اوس کا سیاسی مسلک قدرۃً اسلامی مفاد کی حفاظت ہے اور اس لئے اس پر فرقہ وارانہ رنگ زیادہ غالب ہے، اخبار چند عنوانون کے ماتحت نکلتا ہے، جنمین چھوٹے چھوٹے مضامین اور افسانے ہوتے ہیں

عالمگیر امرتسر (ہفتہ وار)، اڈیٹر جناب حکیم محمد یعقوب صاحب ہاشمی حجم ۸ صفحے تقطیع $\frac{18 \times 22}{2}$

کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی، قیمت باختلاف طبقات عـــہ، ۱۲؍، ۶؍، پتہ :- دفتر اخبار عالمگیر

کٹرہ، خزانہ، امرتسر،

اخبار عالمگیر کچھ دنون سے امرتسر سے نکل رہا ہے، ہندوستان کی موجودہ سیاسیات مین یہ کانگریس کا مخالف اور مسلم کانفرنس کا مؤید ہے، حکومت کی جانب بھی دستِ مصالحت بڑھا رہا ہے، اور ریاستون کی سیاسیات مین بھی حصہ لیتا ہے، ہفتہ وار خبرین التزام سے درج کیجاتی ہین،

منصف مرادآباد (ہفتہ وار مصور) اڈیٹر جناب سید حشمت علی صاحب افضل و معاون جناب فاضل چغتائی حجم ۳۰ صفحے تقطیع $\frac{22 \times 18}{4}$، کاغذ معمولی، لکھائی چھپائی اوسط درجہ، قیمت ۶؍، پتہ دفتر منصف بلیہ اراسٹریٹ مرادآباد،

منصف کی خدمت بقلم ہندوستان کی موجودہ سیاسیات مین اسلامی حقوق کی حفاظت و تائید ہے، اخبار مختلف عنوانون "تنقیحات" "صنعت و حرفت" "اوراق پارینہ" "صفحہ خواتین" "طب و صحت" "ہندوستان کی ریاستین" "بچون کا صفحہ" "اسلامی دنیا" "ہندو دنیا" "نیوز ڈائری" اور "مقامی رپورٹ" مین تقسیم ہے، پرچہ سلیقہ سے مرتب ہوتا ہے، اور بعض مضامین بھی اچھے ہوتے ہین،

ملک :- اعظم گڈہ (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب محمد نقی صاحب قریشی "جرنلسٹ" حجم ۸ صفحے، تقطیع $\frac{22 \times 26}{4}$ کاغذ معمولی لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت سالانہ ۳ روپیہ :- دفتر ملک کچہری روڈ اعظم گڈہ،

ملک ہمارے شہر اعظم گڈہ کا مقامی اخبار ہے، جو چند ماہ سے جناب محمد نقی صاحب قریشی "جرنلسٹ" کی ادارت مین نکل رہا ہے، اس وقت ۲۰ جون کا پرچہ زیر نظر ہے، سر ورق پر گوڈ سیو دی کنگ درج ہے، ملک کی موجودہ سیاسیات مین اوسکی روش حکومت کی تائید اور کانگریس پر سب و شتم ہے، حکومت کی تائید مین ضلع کے مختلف مقامات پر جو جلسے ہوتے ہین، ان کی مفصل روداد شائع کیجاتی ہے، نیز مقامی بورڈون کے معاملات مین بھی حصہ لیتا ہے، ہفتہ وار خبرین اپنے مذاق کی درج کی جاتی ہین،

مراد گورکھپور (ہفتہ وار) مدیر جناب حکیم امجد حسین صاحب نظر، حجم ۸ صفحے، تقطیع $\frac{20 \times 26}{4}$ کاغذ معمولی گلابی رنگ لکھائی چھپائی بھی معمولی، قیمت باختلاف طبقات عہ، للعہ، عہ، سے، ۳ روپیہ، عہ،

پتہ :- دفتر مراد دیسی دواخانہ گورکھپور،

گورکھپور کے بعض اسپشل مجسٹریٹ اور آنریری اسسٹنٹ کلکٹر کی سرپرستی مین یہ ہفتہ وار اخبار مراد نکلا ہے، اس کا پہلا پرچہ پیشِ نظر ہے، جس مین اس کا مقصد "قیام امن، احترام قانون اور حکومت اور رعایا کے تعلقات کا خوشگوار بنانا" وغیرہ بتایا گیا ہے، اصل مقصد اسی تشریح مقاصد سے واضح ہے، ہفتہ وار خبرون کا کوئی اہتمام نہین ہے،

اصلاح کابل (فارسی روزنامہ) مدیر جناب برہان الدین کشکی حجم ۴ صفحے تقطیع $\frac{20 \times 26}{2}$ کاغذ اوسط درجہ، لکھائی چھپائی ٹائپ مین، قیمت سالانہ ۸ اسٹرلنگ، پتہ :- ادارہ وہ انجمن کابل، افغانستان،

اصلاح افغانستان کے وزیر دربار کا ایک نیم سرکاری ہفتہ وار تھا، جو اب روزنامہ ہو گیا ہے، اور غالبا یہ افغانستان کا سب سے پہلا روزنامہ ہے، اس مین کابل اور ممالک خارجہ کی روزانہ خبرون کے التزام کے ساتھ

افغانستان کے سرکاری احوال و روداد بھی شایع ہوتے رہتے ہین، نیز ہر اشاعت مین کوئی نہ کوئی علمی ادبی مقالہ نظر آتا ہے، فارسی کی کوئی اچھی نظم بھی ہر اشاعت مین ہوتی ہے، غیر ممالک کے اخبار و رسائل کے اقتباسات و تراجم ہوتے ہین، کبھی کبھی معارف کے مضامین کے ترجمے بھی دیے جاتے ہین، ہندوستان مین اسلامی ممالک کی سیاسیات سے دلچسپی رکھنے والے اور نیز جدید فارسی کے شائق طلبہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین، طلبہ کیلئے اسکی قیمت مین ایک ثلث کی رعایت رکھی گئی ہے،

رسائل اس ششماہی مین مختلف قسم کے جو مذہبی، علمی، طبی، ادبی، اور تعلیمی رسالے نکلے، وہ بہ ترتیب حسب ذیل ہین۔

علمی و مذہبی علمی اور مذہبی رسالون مین دو رسالون کے نام لئے جاسکتے ہین، وہ الضیاء لکھنؤ اور حقیقت اسلام لاہور ہین،

الضیاء، لکھنؤ (عربی ماہانہ) مدیر مولوی مسعود عالم ندوی حجم ۴۸ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت سالانہ سے، پتہ بمعہ دفتر الضیاء شبلی ہوسٹل لکھنؤ،

ہندوستان مین عربی زبان کے جاننے والون کی تعداد تقریبًا ایک لاکھ سے زیادہ بیان کیجاتی ہے، اور ملک کا ایسا کوئی گوشہ موجود نہین، جہان دو چار عربی خوان موجود نہ ہون، قدیم اسلامی مدارس سے قطع نظر کرکے جہان صرف عربی زبان ہی کا درس ہوتا ہے، ہندوستان کی مختلف یونیورسٹیون مین بھی اسکی تعلیم کا اچھا خاصا انتظام ہے، علاوہ ازین ہندوستان کے مسلمانون کے سیاسی، مذہبی، علمی اور تعلیمی روابط مختلف اسلامی ممالک سے آجتک قائم ہین، اور روز بروز ان مین استحکام آتا جاتا ہے، لیکن یہ کس درجہ حیرت انگیز امر ہے، کہ ان امور کے باوجود ہندوستان مین عربی زبان کا کوئی رسالہ یا اخبار موجود نہین جس زمانہ مین ندوۃ العلماء کی تحریک کا ملک مین عام چرچا تھا، اور اوسکی آواز بازگشت اسلامی ممالک تک پہنچی تھی اون دنون لکھنؤ سے مولینا عبد العلی آسی مدراسی مرحوم، مولانا عبد اللہ العمادی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی کوششون سے ایک رسالہ البیان جاری ہوا تھا، اس کے بعد مختلف رسالے جابجا سے نکلے، اور آخر مین مولانا ابو الکلام آزاد کی نگرانی اور مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی (فاضل مصر) کی ادارت مین کلکتہ سے ایک ہفتہ وار اخبار الجامعہ کے نام سے نکلا، اس مین شبہہ نہین کہ الجامعہ نے بین الاقوامی شہرت حاصل کی، اور مفید خدمات انجام دین، لیکن وہ ایک سیاسی اخبار تھا، اور اوس کے پیش نظر بڑی حد تک صرف عرب کے وقتی سیاسی مسائل تھے، اسی وجہ سے وہان کے حالات یکسو ہونے کے بعد وہ قدرۃً خاموش ہو گیا، لیکن مختلف مقامات سے وقتًا فوقتًا جو رسالے نکلتے رہے وہ ایک دو نمبرون سے زیادہ نہ چل سکے صرف لکھنؤ کا وہی مجلہ البیان تھا، جس نے کسی قدر طویل زندگی پائی اور مفید خدمات انجام دین، لیکن یہ مسرت ہے کہ اسی سرزمین سے مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی تحریک و اہتمام اور مولانا ضیاء الحسن علوی ندوی ایم اے انسپکٹر مدارس عربیہ ممالک متحدہ کی اخلاقی امداد سے ایک جدید رسالہ الضیاء طلوع ہوا، رسالہ کی ادارت ہمارے نوجوان دوست مولوی مسعود عالم ندوی کے ہاتھ مین ہے، اور اوسکی نگرانی مولانا سید سلیمان ندوی اور شیخ تقی الدین الہلالی المغربی (استاذ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء) کے سپرد ہے، پہلا رسالہ سال ہجری کے آغاز ماہ محرم ۱۳۵۱ھ سے نکلا ہے، اور یہی اس وقت پیش نظر ہے، رسالہ کا آغاز "طلوع الضیاء" سے ہوتا ہے، جو اوس کے نگران مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے ہے، اور جسمین ہندوستان مین زبان عربی کے علمی و تعلیمی حالات دکھاکر "طلوع ضیاء" کی ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے، پھر مقالات شروع ہوتے ہین، پہلا مقالہ شیخ تقی الدین الہلالی کا اسلامی مدارس کے عنوان پر ہے، جسمین خصوصیت سے ہندوستان کے اسلامی مدارس اور ان کے طریق درس اور نظام تعلیم پر اختصار کے ساتھ بحث کیگئی ہے، اس کے بعد جناب احسان سامی حقی استاذ عربی مسلم یونیورسٹی کا مقالہ "فلسفۃ الامثال" ہے، پھر مولوی سید ابو الحسن علی حسنی ندوی (جو مولانا حکیم عبد الحی صاحب مرحوم کے لائق نوجوان صاحبزادے ہین) کا مقالہ "ادب نبوی" ہے، پھر ڈاکٹر سر اقبال کی شاعری کا اجمالی تعارف مولوی محمد ناظم صاحب ندوی کے قلم سے ہے، اس کے بعد "بستان الادب" کا عنوان ہے، جسمین مولانا عبد الحلیم صدیقی کی ایک عربی مخمس نظم ہے، پھر باب البحث و التنقیب

مین مولانا سعید انصاری رفیق دار المصنفین کا ایک مضمون شعرائے نصرانیہ پر ہے" اسکے بعد "سیر الحوادث" ا
"اخبار و آثار" وغیرہ کے مختصر ابواب ہین،

توقع ہے کہ عربی زبان کا یہ جدید الشیوع رسالہ ہندوستان مین عربی علم ادب کا صحیح ذوق پیدا
کرنے کے علاوہ اسلامی ممالک سے علمی و ادبی اور تعلیمی رشتہ مواصلت قائم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا،
اور امید ہے کہ ہندوستان کے عام علما، و اہل علم کے علاوہ اسلامی مدارس کے اساتذہ و طلبۂ یونیورسٹیون کے
شعبہ عربی کے اساتذہ و تلامذہ اور اسکولون کے عربی معلمین و طلبہ اس پرچہ کا پرجوش خیر مقدم کرین گے کہ
اپنی مستقل زندگی اختیار کرکے اپنے مفید خدمات انجام دیسکے،

حقیقت اسلام:- لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب محمد عنایت اللہ صاحب وارثی حجم ۲۲ صفحے،
کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ، قیمت سالانہ عہ روپیہ، دفتر حقیقت اسلام بیکو آرٹ پریس
بیرون موچی دروازہ، لاہور،

"حقیقت اسلام" ایک مفید مذہبی علمی رسالہ ہے، جو مولوی محمد عنایت اللہ صاحب کی ادارت اور جناب
ماسٹر محمد احسان صاحب مالک بیکو آرٹ پریس کے اہتمام مین لاہور سے شائع ہوتا ہے، اس کا پہلا پرچہ
ماہ فروری ۱۹۳۲ء مین نکلا تھا، اور اس وقت تک چند پرچے نظر سے گذرے ہین اپنے طرز کا ایک کامیاب
رسالہ ہے، مضامین اصلاحی مباحث پر اوسط درجہ کے ہوتے ہین، نیز "مطالب القرآن فی ترجمۃ القرآن"
کے زیر عنوان قرآن مجید کا اردو ترجمہ مع ضروری تشریح کے بالالتزام شائع ہوتا ہے، اسی طرح احادیث
نبوی کے زیر عنوان چند حدیثون کا اردو ترجمہ اور "نصیحت آموز حکایات" کے ماتحت چھوٹے چھوٹے اسلامی قصے
درج کئے جاتے ہین، رسالہ کی ظاہری شکل و صورت لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے دو روپے سالانہ قیمت
کم ہے، ضرورت ہے کہ عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھائین،

اردو رسائل — اردو رسائل مین حسب ذیل رسالون کا اضافہ ہوا ہے، نقاد کلکتہ، پروین لاہور، جہانگیر
لاہور، اور ضیائے شمس سہارنپور،

نقاد:- کلکتہ (ماہانہ مصور) ادارہ جناب ڈاکٹر اسد قر فردوسی و ظفر احمد تبریزی صاحبان،
حجم ۴۸ صفحے، کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی معمولی، قیمت سالانہ سے روپیہ، دفتر نقاد نمبر ۱۲۵،
اے مچھوا بازار اسٹریٹ کلکتہ،

نقاد، چند بہاری و بنگالی اہل قلم کی کوششون سے کلکتہ سے نکلنا شروع ہوا ہے، اس کے اغراض و
مقاصد مین بنگال و بہار مین اردو کو ترقی دینا، اور عدالتون اور سرکاری دفاتر مین اسکو مقبول بنانا ہے، نیز اس
نے "اردو قواعد مین حسب ضرورت اصلاح و ترمیم" اور اسی قسم کے چند دیگر امور بھی اپنے مقاصد مین رکھے
ہین، لیکن مناسب ہے کہ کارکنان نقاد ابھی اپنے ابتدائی مقاصد کی تکمیل مین مصروف رہین، مضامین اوسط
درجہ کے اچھے ہین، امید ہے کہ بنگال اور بہار مین اوسکی اشاعت عام طور پر ہوگی،

پروین:- لاہور (ماہانہ) ادارہ جناب اظہر حسن صاحب زاہدی بی اے و جناب انعام احمد صاحب
ناصر، حجم ۴۸ صفحے، لکھائی چھپائی، اور کاغذ عمدہ، قیمت عہ، پتہ:- دفتر پروین وطن
بلڈنگ لاہور،

پروین کا دوسرا نمبر بابت ماہ جنوری ۱۹۳۲ء ہمارے سامنے ہے، اس مین بعض ادبی و تاریخی مضامین
اچھے اور دلچسپ ہین، رسالہ کے مدیر جناب زاہدی صحیح اصولون پر اوسکو ایک ادبی رسالہ بنانا چاہتے ہین اور رسالہ
کے مضامین اور ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ادبی رسالون مین اچھی جگہ حاصل کرے گا،

جہانگیر:- لاہور (مصور ماہانہ) ادارہ:- جناب محمد احمد خان صاحب درانی، سید شبیر حسن
صاحب قیس حیدرآبادی و ابن الاسد صاحب فیض لدھیانوی، حجم ۸۰ صفحے لکھائی اور کاغذ اوسط
درجہ، قیمت سالانہ سے روپیہ:- دفتر جہانگیر، ۲۱، سرکلر روڈ بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور،

رسالہ جہانگیر ماہ اپریل ۱۹۳۲ء سے نکلنا شروع ہوا ہے، اسوقت دوسرا نمبر پیش نظر ہے اکثر مضامین

افسانہ پر مشتمل ہین، اور بعض اچھے افسانے ہین، نظمون مین بلند پایہ شعراء کے کلام نظر آتے ہین آخر مین مختلف
زبانون کے ادبی اقتباسات بالواسطہ و بلاواسطہ اردو مین منتقل کئے گئے ہین، جہانگیر کی ترتیب اپنے پیشرو
رسائل عالمگیر وغیرہ کے طرز پر ہے،

ضیائے شمس :- سہارنپور (ماہوار) ادارہ :- جناب ظہیر احمد صاحب شمس سہارنپوری و
جان محمد صاحب تلطف روڈ کوئی، حجم ۴۸ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت سالانہ عہ
پتہ :- دفتر ضیائے شمس محلہ قضاۃ سہارنپور،

ضیائے شمس کے اکثر مضامین "ادب لطیف" مین ایک ایک صفحہ اور نصف نصف صفحہ کے ہین، اور نیز مختصر افسانے
اور سہارنپور کے مختلف شعراء کے کلام درج ہین،

طبی رسالے

اس ششماہی مین جو طبی رسالے ہم تک پہنچے وہ گلدستہ صحت گجرات (پنجاب) مجموعہ صحیہ کابل
دافغانستان اور طبیہ کالج میگزین مسلم یونیورسٹی علی گڈھ ہین،

گلدستہ حکمت :- گجرات ماہوار، اڈیٹر جناب حکیم محمد عبدالغنی صاحب حجم ۴۸ صفحے، کاغذ
اور لکھائی چھپائی نہایت معمولی قیمت سالانہ عہ، پتہ دفتر گلدستہ حکمت چھپورانوالی
ضلع گجرات (پنجاب)

گلدستہ حکمت مین طب سے متعلق مختلف موضوع امراض، علاج اور مفردات وغیرہ پر اوسط
درجہ کے چھوٹے چھوٹے مضامین درج ہوتے ہین، پہلا رسالہ ماہ اپریل ۱۹۳۲ء مین شایع ہوا ہے،

مجموعہ صحیہ :- کابل (ماہوار) اڈیٹر جناب رشید لطیفی حجم ۲۰ صفحے کاغذ عمدہ، لکھائی
چھپائی خوبصورت ٹائپ مین قیمت سالانہ ۴ شلنگ، پتہ :- دفتر مجموعہ صحیہ دیریت مستقلہ طبیہ
کابل (افغانستان)

مجموعہ صحیہ فارسی زبان مین کابل کا ایک طبی ماہوار رسالہ ہے، اس مین افغانستان کے مختلف شہرون

کے امراض وصحت وغیرہ کی روداد مین اور اعداد و شمار کے علاوہ مختلف طبی مباحث پر مضامین شائع ہوتے ہین، اور
لوگون کو مستقل مضامین مین مختلف امراض، حفظ ماتقدم وغیرہ پر مفید مشورے دئے جاتے ہین،

طبیہ کالج میگزین :- علی گڈھ (سہ ماہی مصور) اڈیٹر جناب حضرت خادم علی خان صاحب سلونی
جوائنٹ اڈیٹر جناب محمد یوسف صاحب صدیقی حجم ۱۷۲ صفحے، لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ قیمت سالانہ
پتہ :- دفتر طبیہ کالج میگزین مسلم یونیورسٹی علی گڈھ،

طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے طلبہ اور اساتذہ کی متفقہ کوششون سے یہ رسالہ نکلا ہے، اسکی نگرانی
طبیہ کالج کے لائق پرنسپل جناب ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ صاحب ایم ڈی (برلن) ایم بی بی ایس (پنجاب) کے سپرد ہے، اور
اڈیٹوریل بورڈ کالج کے چند اساتذہ پر مشتمل ہے، اس کا پہلا پرچہ زیر نظر ہے، اس مین طب سے متعلق مختلف مباحث
پر طلبہ کے علاوہ کالج کے پرنسپل اور اساتذہ کے پرمغز مضامین درج ہین، اور ان مضامین کے ماخذ طب قدیم و
جدید دونون ہین، "اطبائے سلف" کے عنوان سے مولوی محمد عقیل صاحب فاروقی فاضل طبیہ کالج کا ایک مقالہ ہے
جسمین ابن زکریا رازی کا سرسری ترجمہ درج کیا گیا ہے، پھر "تجدید طب" کے عنوان سے جناب حکیم عبداللطیف صاحب
لکچرار طبیہ کالج کا ایک مقالہ ہے جسمین عناصر کی دریافت، اسکی تعداد سے متعلق مختلف عہدون کے مختلف نظریات
بیان کئے گئے ہین، اور ان نظریون مین عہد بعہد کی تدریجی ترقیون کو دکھایا گیا ہے، اور اسی سلسلہ مین متقدمین
کے نظریہ بابت "عناصر اربعہ" کی تغلیط اور دور حاضر کے اکانوے عنصرون کی دریافت اور اپنے نظری دلائل سے کیگئی ہے
لیکن افسوس ہے کہ اس ذیل مین اطبائے سلف کے نظریون پر جس لب ولہجہ مین اظہار کیا گیا ہے، وہ مبحث کی
ثقاہت کے شایان شان نہین ہے، اس کے بعد "احتباس الطمث" پر ڈاکٹر عنایت اللہ شاہ ایم بی ایس انچارج
ایکس رے ڈیپارٹمنٹ کا مقالہ ہے پھر "تحدیر" کے عنوان سے جناب حکیم عبداللہ خان صاحب "تصرفے" اور "صحت و مختلف
امراض مین کیفیت الدم" کے عنوان سے جناب ڈاکٹر بٹ پرنسپل طبیہ کالج نے مقالات لکھے ہین اور پھر اسی طرح
مختلف موضوع پر مختلف اساتذہ اور طلبہ کے مضامین ہین، رسالہ مین دارالتشریح عملی اور آلات شعاع رانجن وغیرہ

کی تصویریں بھی ہیں، رسالہ کے اس پہلے نمبر سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم طب کا ایک مفید دلچسپ اور بلند پایہ رسالہ ہوگا، لیکن ضرورت ہے کہ جناب ڈاکٹر برق صاحب کی توجہ سے استقلال کے ساتھ جاری رہے،

تعلیمی رسالے

اس ششماہی مین مختلف تعلیمی ادارون، کالجون اور اسکولون سے جو نئے رسالے نکلے ہین ان مین مسلم یونیورسٹی کے طلبہ کا کالج میگزین کے علاوہ ایک دوسرا رسالہ رفیق طلبہ پونا ہے،

رفیق طلبہ :۔ پونا (بزبان اردو و انگریزی) مدیر شعبہ اردو جناب میر مصطفی علی صاحب و شعبہ انگریزی جناب محمد سمیع اللہ صاحب حجم مجموعی ۴۴ صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ، قیمت سالانہ عہ دفتر رفیق طلبہ اینگلو اردو ہائی اسکول پونا،

اینگلو اردو ہائی اسکول پونا کے طلبہ کا ایک ماہوار رسالہ رفیق طلبہ کے نام سے نکلتا ہے، جو اگرچہ پہلے سے جاری تھا، لیکن دسمبر ۱۹۳۱ء سے ایک جدید نظام کے ساتھ نئے سرے سے نکلا ہے، اسکے حصہ اردو کا نام "رفیق طلبہ" اور حصہ انگریزی کا نام بوائز فرنڈ ہے، رسالہ کے مضامین طلبہ کے لحاظ سے اچھے خاصے ہین، اور توقع ہے کہ رسالہ اسکول کے طلبہ مین زبان مضمون نویسی اور علم و تعلیم کا اچھا ذوق پیدا کرے گا،

کتاب نما (جامعہ ملیہ دہلی) مدیر مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حجم ۴۴ صفحے تقطیع $\frac{20 \times 27}{16}$ لکھائی چھپائی اور کاغذ اوسط درجہ قیمت درج نہین پتہ :۔ مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی،

کارکنان مکتبہ جامعہ ملیہ کی جانب سے ایک اخبار نما رسالہ "کتاب نما" کے نام سے جاری ہوا ہے جو اگرچہ ابھی صرف چار صفحون پر نکلا ہے لیکن امید ہے کہ بہت جلد اسکی ضخامت مین اضافہ ہوگا، رسالہ کا مقصد ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے "کتاب نما، کتابون اور مصنفون کا پرچہ ہے، اس مین صرف وہ مضامین درج ہون گے، جو کتابون اور مصنفون سے متعلق ہون، یا اردو کی خدمت کرنے والی علمی انجمنون کی کارگذاریون پر روشنی ڈالتے ہون، اس قسم کے رسالہ کی اردو مین ضرورت محسوس کیجا رہی تھی چند سال گذرے کہ الہلال بک ایجنسی لاہور نے اسی قسم کا ایک رسالہ جاری کیا تھا، لیکن وہ بہت جلد بند ہوگیا توقع ہے کہ کارکنان مکتبہ استقلال سے اسکو جاری رکھین گے، کہ انھین اپنے مقصد مین کامیابی عطا ہو،

المائدہ لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب ایم کے خان حجم ۲۶ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ پتہ :۔ دفتر المائدہ موہان سنگھ باغ لاہور،

المائدہ پنجاب کے عیسائی مشنریون کا ماہوار تبلیغی رسالہ ہے، جو ماہ جنوری ۱۹۳۲ء سے اردو مین نکلا ہے، اور ابھی اُس کے جون کا پرچہ ہمین موصول ہوا ہے، اس کے سرورق پر "مذہبی معاشرتی اور سیاسی ماہوار اردو رسالہ" لکھا ہوا ہے، رسالہ دو حصون مین تقسیم ہے، ایک حصہ مین مختلف قسم کے مذہبی و سیاسی مضامین ہوتے ہین، ان مذہبی مضامین مین ہندو مذہب اور اسلام کے مختلف فرقون پر مناظرانہ تنقیدین ہوتی ہین، اور سیاسی مضامین مین ہندوستان کے عیسائی فرقہ کے سیاسی حقوق کی حمایت کیجاتی ہے، نیز ہندوؤن اور اچھوتون کے مقابلہ مین اچھوتون کے سیاسی حقوق کی حمایت بھی کیجاتی ہے، رسالہ کے دوسرے حصہ مین اوس سے زیادہ ستم ظریفی نظر آتی ہے، یہ "تفسیر القرآن" کے حصہ پر مشتمل ہے، جسمین قرآن مجید کی سلیس تفسیر باقساط شایع کیجاتی ہے، اس کے مفسر جناب پادری مولوی سلطان محمد خان پروفیسر عربی ایف سی کالج و پادری ایس ایم خان ایڈیٹر نور افشان ہین، تفسیر کا ماخذ عربی اور اردو کی مختلف تفسیرین ہین جن کی مدد سے بظاہر شیرین انداز بیان مین نہایت ہوشیاری اور تدلیس کے ساتھ قرآن مجید کے (نعوذ باللہ) غیر الہامی اور اس کے بائبل سے ماخوذ ہونے کے خفیف اشارات کئے جاتے ہین، رسالہ کے دونون حصہ کی قیمت ۲ / سے ہے، اور بغیر تفسیر القرآن عہ مین مل سکتا ہے مسرت ہے کہ عیسائیت کے مقابلہ مین پنجاب مین مسلمانون کے مذہبی نمایندہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے اسطرف توجہ مبذول کی ہے لیکن ضرورت ہے کہ مولانا محمد علی صاحب ایم اے وغیرہ بھی توجہ فرمائین کہ جس جگہ سے زہر پھیلے وہین سے اوس کا تریاق مہیا کرنا چاہئے،

جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری جلد ثانی حصہ اول (عربی) تالیف

مولانا محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی بہاری مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ حجم ۲۲۰ صفحے، تقطیع $\frac{22 \times 29}{8 \times 1}$

لکھائی، چھپائی، اور کاغذ اوسط درجہ، قیمت ۱۔ بعہ، مولف سے مدرسہ عالیہ شمس الہدیٰ ڈاکخانہ

نئے روڈ پٹنہ سے مل سکتی ہے،

مولانا ظفر الدین صاحب مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ نے جو مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کے ارشد تلامذہ میں ہین جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے نام سے حدیث کا ایک ضخیم مجموعہ مذہب حنفی کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے، جو فقہی ابواب کی ترتیب پر چھ جلدون مین تقسیم ہے، اس وقت اوس کی دوسری جلد کا پہلا حصہ پیش نظر ہے، یہ حصہ کتاب الطہارۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، اوسکی ابتدا مین فن حدیث پر حنفی نقطۂ نظر سے ایک بسیط مقدمہ لکھا گیا ہے، اس مین مختلف دلائل و حیثیات سے دکھایا گیا ہے کہ ائمہ اصول و محدثین نے حدیث کی جو مختلف قسمین صحیح، حسن، ضعیف، مرسل اور منقطع وغیرہ قرار دی ہین، وہ مختلف امور اعتقادات، اعمال، احکام، اخلاق اور ترغیب ترہیب مین، مختلف حیثیات سے لایق قبول اور قابل ترک ہوتی ہین، اس مقدمہ کے یہ مباحث مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی کی تالیفات سے ماخوذ ہین، اور انھی بنیادون اور اصولون پر اس ضخیم مجموعہ احادیث مین مختلف کتب صحاح و مسانید سے ہر قسم کی ایسی حدیثین اخذ کی گئی ہین، جو مرتب کے اصولون پر لائق عمل و قابل حجت ہین، یہ علم حدیث و فقہ حنفی کی ایک مفید خدمت انجام دی گئی ہے، اگرچہ بعض امور ہمارے نقطۂ نظر سے محل نظر ہین، لیکن جلد ثانی کا دوسرا حصہ اس وقت زیر طبع ہے اور انشاء اللہ

اوسی موقع پر اس پر تفصیلی نظر ڈالی جائے گی،

عافیہ
دلچسپ مکالمہ یا تدابیر اکثریت

از مولانا ظفر الدین صاحب قادری رضوی بہاری، حجم بہ ترتیب ۶۹ صفحے و ۳۹ صفحے تقطیع کلان و خورد کاغذ لکھائی چھپائی معمولی، قیمت بہ ترتیب ۵، و ۲، مولف سے سابق پتہ پر مل سکتی ہین،

یہ دونون رسالے عافیہ اور دلچسپ مکالمہ بھی مولانا ظفر الدین صاحب کے لکھے ہوے ہین، عافیہ علم صرف کا ایک ابتدائی رسالہ ہے، جو چند ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، رسالہ کی ترتیب صرف کے قدیم رسالون کے طرز پر ہے، مادری بان مین قلمبند ہونے کی حیثیت سے صرف میر وغیرہ کے بجائے اس کو پڑھایا جا سکتا ہے، اور دوسرے رسالہ دلچسپ مکالمہ کو مولانا نے "تدابیر اکثریت" سے موسوم کیا ہے، اور سیاسی اقلیت و اکثریت کے مسئلہ کا حل مسلمانون مین نکاح بیوگان کو رواج دینے مین مضمر قرار دیا ہے، اور اس مین اسی کو عورتون کی زبان سے بطرز مکالمہ بیان کیا گیا ہے،

غلبۂ رُوم

از مولانا ظفر علی خانصاحب ناشر انجمن حمایت اسلام لاہور حجم ۲۴۴ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ لکھائی جلی قیمت عہ

مولانا ظفر علی خانصاحب کو اردو نظم و ادب مین جو ملکہ عطا ہوا ہے، افسوس ہے کہ وہ اپنی سیاسی مشغولیتون کے باعث اوس سے کوئی مفید کام بہت کم لے سکتے ہین، لیکن مسرت ہے کہ وہ سیاسیات مین ایسا مسلک رکھتے ہین کہ سال دو سال کے وقفہ کے بعد جیل کی چہار دیواری مین بند کر دئے جاتے ہین، انھیں اسی تنہائی مین اپنا قدیم علمی و ادبی مشغلہ یاد آجاتا ہے، اور اون کے قلم سے کچھ نہ کچھ قید فرنگ کی یادگار قائم ہو جاتی ہے، چند سال ہوئے اون کی اسی قسم کی ایک کتاب لطائف الادب کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، اور اب اسی قسم کی ایک دوسری تالیف "غلبۂ روم" اس وقت سامنے آئی ہے، "غلبۂ روم" مین سورۂ روم کی ان ابتدائی آیات کی جن مین غلبۂ روم کی پیشین گوئی کی گئی ہے، ایک دلچسپ تاریخی و ادبی تشریح و تفسیر بیان

کی گئی ہے، اور ایران و روما کے تاریخی حوالوں اور اس عہد کے روم و ایران کی سیاسی تاریخ کو درج کرنے کے بعد قرآن مجید کی پشینگوئی کی صداقت کو اپنے مخصوص انداز بیان اور دلچسپ طرز ادا مین آشکارا کیا گیا ہے،

نغمات، یعنی مجموعۂ کلام جناب قدسی بھوپالی حجم ۱۱۱ صفحے، لکھائی، چھپائی اعلی، جلد خوبصورت، قیمت اور ملنے کا پتہ درج نہین،

جناب قدسی بھوپالی بھوپال اور اوس کے نواح مین اپنے ارادتمندون کا ایک حلقہ رکھتے ہین، اون کے کلام کا مجموعہ "نغمات" کے نام سے شایع ہوا ہے، ابتدا مین جناب حامد سعید صاحب حامد بھوپالی کا ایک مقدمہ ہے جس مین عقیدتمندانہ انداز مین حضرت قدسی کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، حضرت قدسی کی شاعری کا اصل موضوع تصوف ہے، اور اسی رنگ مین اکثر غزلین ہین، اور باوجودیکہ اون کا موضوع تمامتر مجاز و اعتبار ہے، مگر ان کی شاعری کی اصل خصوصیت اس اعتبار مجاز کے مضامین کو سادہ ترکیبون آسان لفظون اور عام فہم فقرون مین ادا کرنا ہو جنمین نہ دور از کار تاویلات ہین، اور نہ تصوف کی غیر مانوس اصطلاحین، اور پھر کلام مین رنگینی اور دلکشی بھی موجود ہے، اگرچہ مضامین مین کہین کہین فوق التصوق کی جھلک نظر آتی ہے، مجموعہ چند حصون مین تقسیم ہے، پہلا باب نغمات ہے، جو غزلون پر مشتمل ہے اور جس مین بعض فارسی غزلین بھی شامل ہین، پھر چند صفحون مین متفرق اشعار ہین اسکے بعد جذبات کا عنوان ہے، جسمین مختلف عنوانون پر مختلف نظمین ہین، پھر واردات کا باب رباعیات و قطعات پر مشتمل ہے،

ہمزاد، از جناب اشتیاق حسین صاحب قریشی، ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی حجم چھوٹی تقطیع کے ۷۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی قیمت درج نہین،

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی آج کل معاشرتی اصلاح کے لئے چھوٹے چھوٹے ڈرامے ترتیب دلاکر شائع کر رہا ہے، زیر نظر رسالہ بھی ایک معاشرتی تمثیل (ڈراما) ہے جسمین بوڑھے مرد اور جوان عورت کی بے جوڑ شادی کے برے نتائج دکھائے گئے ہین، تمثیل کے بعض بعض حصے خاصے دلچسپ ہین،

"ر"

جلد سی ام | ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۲ء | عدد ۲

مضامین